۴۸۶
ستدلال
فرسٹ ڈویژن

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
اُس نے پیدا کیا انسان کو (پھر) اُس کو بولنا سکھایا

مسٹر انویرارٹی کی معرکۃ الآرا بحث

الموسوم بہ

استدلال

جو

اُنھوں نے باجلاس جسٹس مارٹن عدالت عالیہ بمبئی سیٹھ چاند ابھائی
کے عظیم الشان مقدمہ میں مدعا علیہم کی طرف سے کی تھی

مترجمہ

جناب مولوی عبد الرؤف صاحب اختر مولف "میزان"

باہتمام

احمد علی عبد الرسول نادر پرنٹر و پبلشر

در مطبع نادری جبل پور حلیۂ طبع پوشید

قیمت فی جلد ۱۲؍

"میزان"

یہ ایک دلچسپ کتاب ہے، جس میں فرقۂ بواہیر کی
حیرت انگیز تاریخ، اُن کے باطنی عقائد اور تعجب خیز رسم و
رواج پر روشنی ڈالی گئی ہے، اُن کے امام اور داعی کی
پوزیشن کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، عدالتِ عالیہ
اور عدالتِ مرافعہ کے فیصلہ کے ساتھ ساتھ اِس میں بہت
سے محیر العقول اسرار کا انکشاف ہے، حجم ۲۲۸ صفحہ۔
کاغذ نہایت عمدہ۔ سرورق مرصع اور رنگین۔ طباعت
بصارت نواز، قیمت صرف عہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

خدا کا شکر ہے کہ میزان چھپ کر شایع ہو چکی اور شائقین نے اپنی قدردانی سے اسے مقبولِ عام بنا دیا۔ میزان کے متعلق اہلِ علم اور ایڈیٹرانِ اخبار و رسائل کی رائیں جنہیں ہم اس تمہید کے بعد ہدیۂ ناظرین کریں گے کچھ ایسی حوصلہ افزا ثابت ہوئی ہیں کہ ہم آیندہ بھی اس سلسلہ کو اپنے قدردانوں کے تفنّنِ طبع کے لئے جاری رکھنے پر مستعد ہو گئے۔ چنانچہ اس کی دوسری قسط ہم مسٹر انویرارٹی کی اُس مدلل بحث سے ادا کرتے ہیں جو انہوں نے جسٹس مارٹن کی عدالت میں قانونی پہلو پر کی تھی۔

مسٹر انویرارٹی نہ صرف بمبئی میں بلکہ غالباً سارے ہندوستان میں ایک نہایت ممتاز، تجربہ کار اور معمر بیرسٹر ہیں۔ اُنہوں نے بڑے بڑے معرکۃ الآراء مقدمات کی پیروی کی ہے ان کی بحث قانونی نکات۔ مذہبی رموز اور باریک سے باریک مسائل کے واضح کر دینے میں ہمیشہ کامیاب رہی ہے۔ چنانچہ مسٹر انویرارٹی کو اس کامیاب شہرت کی وجہ سے بمبئی کے اس عظیم الشان مذہبی مقدمہ کی پیروی کے لئے ملّا صاحب

کی جانب سے عدالت میں بحث کرنے کا موقعہ مل گیا۔

ارباب بصیرت کے لئے انیسویں صدی کا اختتام اور بیسویں صدی کا آغاز ایسے ایسے عبرت انگیز مناظر پیش کرتا ہی جن کی نظیر قرونِ اولی کے تاریخی صفحات میں بھی نظر نہیں آتی چنانچہ اگر صحیفۂ فطرت کا وسعت نظری سے مطالعہ کیا جائے اور اُن قوانین قدرت پر غور کیا جائے جن کے انکشافات نے عالم میں ایک ہلچل مچا رکھی ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ علوم جدیدہ نے ہر ملک اور ہر قوم و ملت پر بہت اثر کیا ہی۔ جس کی وجہ سے اگرچہ ہم نے مادی طور پر اور بلحاظ فیشن نمایاں ترقی کی ہی لیکن بلحاظ تہذیب و اخلاق سابقہ صدیوں کے مقابلہ میں ہماری حالت بہت تنزل پذیر کر ایک طرف تو بڑی بڑی قلعہ شکن توپیں۔ فضاء آسمانی میں اُڑنے والے زپلین سطح آب پر چلنے والے عظیم الشان ڈریڈناٹ۔ اور پانی کی گہرائی میں دوڑنے والی سبمرن نے حضرت عزرائیل کا ہاتھ بٹایا ہی تو دوسری طرف لندن اور پیرس کے سامانِ عیش و عشرت نے دنیا میں بے شمار ہامان و شداد پیدا کر دئے ہیں۔

آئے دن کے وہ جھگڑے جو پیشتر سادگی سے محض فریقین کے بیانات اور چند گواہوں کے اظہار کی بناء پر طے ہو جایا کرتے تھے آج کل وکلاء اور بیرسٹروں کی قانونی بلند پروازیوں سے پیچیدہ اور ناقابلِ فہم ہو جاتے ہیں۔ جس سے ہر معمولی معاملہ قانونی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایسا لاینحل ہو جاتا ہی کہ اصل معاملہ ایک نئی مبہم صورت اختیار کر لیتا ہی۔ چنانچہ چاندہ بھائی کا مقدمہ اس کی ایک مثال ہی۔

برطانی قانون کا سنگِ بنیاد مساوات۔ انصاف۔ رسم ورواج اور قیاس پر مبنی ہے انہیں بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر عدالتیں مقدمات کا فیصلہ کرتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ برطانی قوم کا تخیل۔ اُس کی زبان اور اُس کے رسم ورواج نے بھی ایک حد تک قانون پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نووارد جج جو ولایت سے آتے ہیں ہندوستانی مذاہب۔ رسم ورواج اور زبان سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں۔ اُن کے ذہن انگلستانی تخیلات سے معمور ہوتے ہیں اور اِنہیں کی بناء پر وہ اپنی معدلت گستری کا اظہار کرتے ہیں بعض ہندوستانی بھی اس عہدہ پر پہونچ جاتے ہیں لیکن اس میں زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی پرورش تعلیم وتربیت انگریزی آب وہوا میں ہوتی ہے جس کا ایسا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصولِ مذہب ملکی رسم و رواج تک کو یک قلم فراموش کر جاتے ہیں۔

اِن عدالتوں میں شرع محمدی اور فقہ اسلام کی اگر اصولاً کچھ صورتیں نظر بھی آتی ہیں تو وہ بھی کچھ ایسی محرف اور مبدل ہئیت میں ہوتی ہیں کہ آسانی سے بہت کم پہچانی جاسکتی ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ جو کتابیں اِن برطانی عدالتوں میں مستند مانی جاتی ہیں اِن کے مصنف اکثر وہ لوگ ہیں جو عربی زبان اور اسلامی فقہ اور قانون سے شاید ہی کما حقہٗ واقف ہوں۔ بلکہ اکثر تو زبانِ عربی سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے ہر شعبۂ زندگی کے تمام اصول عین مذہب ہیں۔ اِن کے روزمرّہ کے جھگڑوں کا فیصلہ اخلاقی معاشرتی اور تمدّنی معاملات کا تصفیہ اگر کیا جائے تو اِسی مذہب کے

قوانین اور اصول کے مطابق ہو سکتا ہے۔

برطانی عدالتیں ولسن - ملا - اگروالا - بیلی - میگناٹن - امیر علی - طیب جی - سماچرن سرکار - مترا - عبدالرحمٰن - جسٹس عبدالرحیم اور محمد حسین کو خواہ کتنا ہی مستند خیال کریں لیکن اسلام کبھی ان کے فیصلوں اور رایوں کو صحیح نہیں مان سکتا اور نہ اسلام کے مستند مسلمہ ائمہ اور فقہاء کے مقابلہ میں ان کے اقوال سنداً تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔

سیٹھ چاند ابھائی کا مقدمہ اگرچہ خالص اسلامی اور مذہبی مقدمہ تھا مگر برطانی عدالت نے بخلاف اس کے کہ وہ اس قوم کی قابل تسلیم کتب۔ مثلاً نہج البلاغہ وغیرہ یا کسی مستند امام اور فقیہ کے اقوال کا لحاظ رکھتی یا تو اس نے مسٹر ولسن کے محمڈن لا اور امیر علی یا طیب جی وغیرہ کے فیصلہ کا خیال کیا ہے یا انگلینڈ کے رسم و رواج اور وہاں کے فیصل شدہ مقدمات کو بطور نظائر پیش نظر رکھا ہے۔

ترجمہ کی دشواریوں اور قانونی اصطلاحات اور انگریزی محاورات خاص کو اردو میں آسانی سے ادا کرنے کی دقتیں ہم "میزان" میں بیان کر چکے ہیں وہی مشکلات ہمیں اس بحث کے ترجمہ میں بھی پیش آئیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمیں اگرچہ ضرورت سے زیادہ محنت کرنا پڑی مگر ہم اس قابل ہو گئے کہ اس جدید کاوش کو ہدیۂ ناظرین کر سکیں۔ چونکہ بحث کے دو جداگانہ پہلو ہیں اسلئے مسٹر انویرارٹی کی اس بحث کو "استدلال" کے معنی خیز نام سے شائع کرتے ہیں میں اس رسالہ کے جملہ حقوق طباعت و اشاعت اپنے دوست احمد علی عبد الرسول مالک مطبع نادری کو دیتا ہوں۔

عبد الرؤف

تنقید

از شمس العلماء - حاجی - حافظ حکیم مولوی سید محمد امین صاحب
پنشنر ڈسٹرکٹ جج پریسیڈنٹ انجمن اسلامیہ جبلپور

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

اور رکھیں گے ہم ترازو میں انصاف کی قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ذرا بھی

ماسٹر عبدالرؤف صاحب کی کتاب "**میزان**" میری نظر سے گذری اور میں نے نہایت دلچسپی سے پڑھی - دراصل یہ ترجمہ اُس فیصلہ کا ہی جو جسٹس مارٹن جج ہائیکورٹ بمبئی نے اُس مقدمہ کا کیا تھا جو مولانا سیدنا طاہر سیف الدین سردار درجۂ اول و داعی فرقۂ بوہرہ پر اُن کے بعض منافق مریدوں نے بعض خاص اغراض سے دائر کیا تھا - اور بعد تحقیقاتِ طویل کے ملّا صاحب کا بول بالا رہا - مخالفین کا کچھ مطلب نہ نکلا - سچ یہ ہی کہ ملّا صاحب حق پر تھے "الحق یعلو ولا یعلی" ملّا صاحب کا بیان گویا سیفِ قاطع اور برہانِ ساطع رہا "وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُوْرَهُ" اُن کے مخالفین نے زک اُٹھائی صرف ذلت ہی اُن کے ہاتھ آئی

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے ۔۔۔ ہی یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

مدعیان بے خبر چاند پر خاک ڈالنے چلے تھے مگر " اے بسا آرزو کہ خاک شدہ " کا مضمون ہوا ہے کہ " در افتاد بر افتاد "

اپنی قوم کے ایسے بزرگ پیشوا کے منہ آنا کسی عقلمند دانا کا کام نہیں ہے یہ لوگ سمجھے تھے کہ ان کا بڑا نام ہوگا یہ نہ سمجھے کہ بُرا نام ہوگا جس کو خدا عزت دیتا ہے اُسے کون ذلیل کر سکتا ہو اُن لوگوں نے اتنا نہ سمجھا کہ سیدنا کی کوئی نفسانی غرض اِس معاملہ میں نہ تھی اور واقع میں اُن کی ہار قوم کے گلے کا ہار ہوتی۔

یسر المرء ماذهب الليالی وکان ذهابهن له ذهابا

آدمی خوش ہوتا ہے کہ راتیں خوب گذریں یہ نہیں جانتا کہ راتوں کا گذرنا خود اُس کا کوچ کرنا ہے۔ سیدنا کی زیارت سے میں بھی مشرف ہوا ہوں اور میں بے خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ وہ مجسم نور ہیں اُن کے عقائد سے مجھے بحث نہیں " لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ " مگر از حق نہ باید گذشت۔ کہ وہ یادگارِ سلف اور فخرِ سلف ہیں۔ داعی کو جیسا ہونا چاہئے ویسے وہ ہیں كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ ایسے ستودہ صفات اور مجسم خیرات پر اعتقاد رکھ کر پھر اُن سے مخالفت اختیار کرنا از قبیل حماقات ہے۔ اُن کا ذکر رہا ہونا اور پھر اُنہیں کی مخالفت میں کھڑا ہونا سراپا خرافت ہے۔ دعویٰ بوہرہ ہونے کا اور داعی مطلق سے عناد رکھنا سخت سخافت ہے۔

وجد و منع بادہ صوفی ایں چہ کافر نعمتی ست منکرِ مے بودن و ہمرنگِ مستاں زیستن

ماسٹر عبد الرؤف نے نہایت محنت و جانفشانی سے فیصلہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اپنی ہمہ دانی کا ثبوت دیا ہے۔ یوں تو معمولی مضمون کا ترجمہ بھی ایک زبان سے دوسری میں آسان

نہیں۔ مگر عدالتی فیصلہ کا ترجمہ تو نہایت ہی کٹھن ہے اور ہر سطر میں اُلجھن ہے۔ مگر ماسٹر صاحب بے شبہ مستحق داد کے ہیں کہ اُن کی یہ لیاقت خداداد ہے۔ اصلی فیصلہ تو میری نظر سے نہیں گذرا البتہ جب وہ صادر ہوا تھا اُس وقت خلاصہ اُس کا اخبارات میں پڑھا تھا مگر اب کسے یاد ہے تاہم ترجمہ ایسا شگفتہ ہے کہ ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہی بڑا کمال ہے اور یہی مترجم کی لیاقت پر دال ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مختصر تاریخ قوم بوہرہ کی بھی اور اُن کے عقاید و اصول بھی بوجہ معقول لکھے ہیں۔ یہ عقاید عموماً لوگوں کو نہایت کم معلوم ہیں اور سوائے ایک دو کتاب کے اور کہیں میری نظر سے نہیں گذرے۔ اِن کی تاریخ پڑھنے سے اُن کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ فرقہ ہائے اسلام میں یہ عزت و فخر بوہروں کو حاصل ہے کہ اِن کے داعیوں نے بے جنگ وجدل اور ردوبدل اسلامی عقاید ہندوستان میں پھیلائے۔ اور اسلام کو یمن سے گجرات اور کراچی تک لائے۔ بوہروں کی روزمرّہ کی زندگی میں رسومِ اسلام کی جو پابندی آج ہے وہ دوسرے فرقہ ہائے اسلام میں نہیں اور اس پُر آشوب زمانہ میں کہ مسلمانوں نے اپنا دین چھوڑ کر دوسرے مذاہب کے رسوم بالعموم اختیار کئے ہیں بوہروں کی پابندی سے پیشین گوئی کیجا سکتی ہے کہ ہندوستان میں شاید بیس برس کے بعد اگر علامات اسلام کی کسی مسلمان فرقہ کے افراد میں دکھائی دیں گی تو وہ فرقہ بوہروں کا ہوگا۔ بشرطیکہ اُن میں فساد و خلل نہ پڑے اور وہ اپنے داعی سے نہ پھریں۔

نماز روزے حج زکوٰۃ کی پابندی زن و مرد میں اِس قوم کے جس قدر ہے وہ قابل آفریں ہے اور بہت سے دوسرے فرقوں کی بے قیدی قابلِ نفریں ہے

کتاب کی لکھائی نور علیٰ نور ہے اور چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے۔ کاغذ بھی نفیس گندہ ہے

"نادری مطبع" میں تحریر و طبع عموماً نادر ہوتے ہیں میں نے اس مطبع کی چھپی ہوئی اور کتابیں بھی عمدہ دیکھیں اور مجھے نہایت بھلی معلوم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے یہ شعر نکلا

شد پسندِ خاطر از بس دلکش آب　　　　یا کتاب حسن یا حُسنِ کتاب

ان باتوں پر نظر کر کے قیمت عہ بہت نہیں ہے

صاحب نظران از سرِ انصاف بہ بینید　　　　ارزاں چہ قدر کردہ ام این جنسِ گراں را

امید ہے کہ لوگ اس کتاب اور اس کے مترجم کی قدر کریں گے اور کتاب کی اشاعت میں پوری کامیابی ہوگی۔

تقریظ

از مولوی سید یعقوب الحسن صاحب حسن ایڈیٹر رسالۂ مشورہ جبلپور
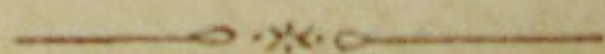
من اصل درد با تو نیز شادماں گفتم　　　　نبود طاقتِ گفتن نہ داستاں گفتم

پہلی صدیوں میں، ابتداءً مطابع معدوم اور پھر ان میں ایسی کمی تھی کہ ایشیائی تمدنی آثار کا ادب ایسی مبسوط و مکمل صورت میں، ہمارے ہاتھوں میں نہیں، جو اس برّاعظم کا شایاں کہا جا سکے۔ کتابیں قلمی ہونے سے گراں تھیں۔ اور چند اہلِ ذوق دولتمندوں کے کتبخانوں میں، بند رہتیں، حکومتوں کے تغیر و تبدل سے۔ کتبخانے برباد ہوئے۔ کتابیں بھی

تباہ ہوئیں۔ اور کم تعدادی کی وجہ سے، بعض پھر نہ فراہم ہو سکیں۔ معاشری و تمدنی ضروریات نے، مطابع قایم کئے اور انہیں ترقی دی، شکر ہے کہ وہ جاری بھی ہیں۔ جس طرح اور اور زبانوں کی حیات کے لئے، مطابع کی زیادتی لازمی ہے، اسی طرح اُردو کے لئے بھی ضروری ہے مگر جہاں، مطابع بکثرت درکار ہیں، وہاں ان مقاصد میں برتری بھی چاہئے۔ یعنی وہ ایسا ادب شائع کریں جو معلومات سے لبریز نظر آئے۔ جس قدر ایسے مطابع، ضروری ہیں، اسی قدر اس خصوصیت سے ہٹے ہوئے، بیکار بھی ہیں۔ یہ مسئلہ اس بات کا آرزومند ہے، کہ مطابع کے مالک و مجوزین ذوقِ علم رکھتے ہوں جس کے لئے دُعا ہے اور امیدِ قبول۔

جبل پور صوبۂ متوسط میں ہے۔ جہاں کی پہلی دفتری زبان اُردو تھی۔ ابتدائی سرکاری کاغذات تو فارسی میں بھی نظر آتے ہیں۔ مگر اب ہندی کے غلبہ نے، اُردو کو، دفاتر سے بالکل نکال دیا۔ دفتری ضروریات کی بے تعلقی سے اُردو پڑھنے کا حوصلہ بھی کمتر ہو گیا ہے۔ اس حال میں، ظاہر ہے، کہ یہاں اُردو کی ترقی کے لئے کوششیں ہوں اور کوششوں کے ساتھ ایثار بہت چاہئے۔ جبل پور میں، دو ایک مطابع، اس بات کے دعویدار ہیں، ممکن ہے کہ اُن سے اُردو کو ترقی میں مدد ملے۔ "نادری پریس" سے قوی اُمید ہے کیونکہ اُس کی ملکیت و انتظامت، ایک روشن دماغ علم دوست سے وابستہ ہے۔ حال ہی میں کتاب "میزان" نے ہمارے خیالات کو متوجہ کیا ہے۔ جس کی کتابت روشن، چھپائی نظر فریب اور جلد سازی بھی بہتر ہے۔ جو مطبع کے، سلیقۂ عمل کی گواہیاں ہیں۔ کتابِ میزان،

اصل میں ایک اہم مقدمۂ عدالت کے فیصلہ کا، شگفتہ، سلیس اور کامیاب ترجمہ کر کے جو دفتری کارروائی کرنے والوں اور وکلاء کے لئے دلچسپ نظیر کا کام دے گا۔ مگر جس خصوصیت سے، یہ نادری پریس کا نادر تحفہ، اور مؤلف کی مقبول قابلیت و خدمت کا نمونہ ہے، وہ اسلام کے فرقۂ اسمٰعیلیہ کے مذہبی عقاید و اصول نظامِ ترویجِ مذہبیت کا بیان ہے، جو اب تک زیادہ تر، راز کی صورت میں، اسمٰعیلیوں کے اعتقادات و مذہبی کتب میں محفوظ رہا۔ یا بے خبر متجسس دماغوں میں گتھی بن گیا تھا۔ جناب ماسٹر عبدالرؤف صاحب نے تحقیق و قابلیت سے اس معلومات کو، پبلک میں پیش کر کے، حقیقتاً بڑا کام کیا جس کے لیے وہ شکریہ و داد کے مستحق ہیں، اور بہت۔ قابل مترجم، بلا اس فیصلہ کا ترجمہ کئے، اس مخفی خزانۂ معلومات کو، پبلک میں نہ لاسکتے تھے جس کے لئے علم دوست، اور فرقۂ اسمٰعیلہ کے دوستدار، مدتوں سے، خواہشمند تھے۔

جبکہ فرقۂ اسمٰعیلیہ کے مذہبی اصول، راز کی صورت رکھتے تھے، بعض لوگوں نے اس مبحث پر کچھ لکھا، مگر اُن سے معلومات کو تسکین نہ ہوئی۔ خصوصاً بعض ناولوں کے قلمکاروں کی توجہ، تو اس لئے بہت غیر مفید تھی، کہ اُن کے قلمی بیانات کو، حقیقت سے بے ربط ہونے کی شکایت عام ہوا۔ اب انکشاف ہوا، اور اس طرح کہ فرقۂ اسمٰعیلیہ کے موجودہ مقدس و روحانی پیشوا، عالیجناب، سیدنا طاہر سیف الدین صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہم سے کچھ اسمٰعیلی منحرف ہوئے۔ اور مقررہ نظام میں، دراندازانہ آخر معاملہ، عدالت تک گیا۔ جرح و بیانات نے، اس بیش قدر معلومات پر روشنی ڈالی۔ مقدمہ کی صورت میں حالات عوام

میں آئے۔ مگر وہ مکمل نہ تھے۔ جو کمی رہ گئی تھی اُس کو تحقیق و قابلیت سے، قابل مترجم و موٗلف "میزان" نے "میزان" میں پورا کر دیا۔ اور ماسٹر عبدالرؤف صاحب کی یہ ایک تاریخی خدمت ہے جو یادگار رہے گی۔

ناظرینِ میزان، ختمِ کتاب پر جس فائدہ اور نتیجہ پر پہونچیں گے، وہ نہایت صحیح و نازک احساسِ طبیعت پر مبنی ہے جس کو ہم چند لفظوں میں، بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رازداری کی شہرت، اور نفسِ راز سے عدم واقفیت، نیک و بد قیاس آرائی کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ فرقۂ اسمٰعیلیہ نے، چونکہ اپنے مذہبی اعتقادات سے عامۃً لوگوں کو بے خبر رکھا، اور دوسری طرف رازداری کے طبعی اثرِ مغائرت نے، لوگوں کی جا و بیجا قیاس آرائی کو تقویت دی، اِس لئے اِس فرقہ سے عام مسلمانوں کو، وہ ذی وقار موانست نہ پیدا ہوی، جس کا یہ فرقہ، حقیقتاً مستحق تھا، اور ہے۔

اصل اعتقاد سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ ظاہری شعارِ اسلامی کی، عموماً پابندیاں، جس قدر اِس فرقہ کے لوگوں میں نظر آتی ہیں، اُس قدر اور دیگر فرقِ اسلام سے کمتر نمایاں ہوتی ہیں۔ اِس لئے عام طرح، اسمٰعیلیہ گروہ مخصوص نگاہِ اعزاز کا مستحق ہے۔ ان کے اخلاق، عام مسلمانوں کے لئے مثال بنتے۔ مگر اِدھر رازداری کی کوشش تھی، اور اُدھر بعض ناول نگاروں کی اِن تحریرات سے، کہ اس فرقہ کی باطنی کوششوں سے، اسلام کے سوادِ اعظم کو نقصانات پہونچے، عام طرح مسلمانوں کو ان سے جھجک پیدا ہوگئی۔ اور اِس گروہ سے، ایک طرح کا مغائرانہ برتاؤ ہونے لگا۔ لیکن اب وہ نہ رہے گا۔ "میزان" کی اشاعت ثبوت ہے کہ،

فرقۂ اسمٰعیلیہ کے اصول، عام مسلمانوں کے لئے خطرناک نہیں۔ اگر اِس فرقہ کو، دیگر فرق اسلام سے مذہباً و اعتقاداً علٰحدگی ہے، تو وہ اسی طرح طبیعی ہے جس طرح اور اور فرق اسلام میں باہمی طرح پائی جاتی ہے۔

راز کُھلا، اور رازداری کا مقصد، صرف یہ ثابت ہوا۔ "اپنے اعتقاداتِ مذہبی کو، صرف اپنے ہی فرقہ کے علم تک رکھنا" جبکہ اس رازداری میں، کوئی خاص منشاء نہیں تو رازداری، اِس خوش خیالی پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہر مذہب کے اعتقادات، اپنے معتقدین کے لئے اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھے جائیں۔ نہ یہ کہ مناظرہ و ہنگامہ آرائی کے لئے۔ یہ خوش خیالی ایک طرف تو اشارہ ہے کہ اس فرقہ کو مرنج و مرنجاں طرزِ عمل کی تعلیم کس بات نے دی۔ اور دوسری طرف یہ امر عام فرقِ اسلام کو، اِس فرقہ سے بہ صفائی ہم آغوش کردے گا۔ اور بوہروں کے اخلاق اب بے جھجک اثر کریں گے۔

اِسمٰعیلیہ فرقہ کو، اُردو عرفِ عام میں بوہرہ کہتے ہیں۔ اکثر بوہروں کو میں بچپنے سے جانتا اور چاہتا ہوں۔ بوہروں میں، یہ نیک خصلتیں عموماً اِس طرح پائی جاتی ہیں، کہ جن بوہروں میں یہ نہوں، اُن کو میں بمشکل بوہرہ کہہ سکوں گا۔ چہرہ با محاسن، شعارِ اسلامی کی، خوش عقیدگی و مضبوطی سے پابندی۔ متانت۔ کم سخنی۔ بااثر خلق، عام طرح ملنساری، مگر ایک جائز حد تک۔ ہمیشہ اُن باتوں سے بہ سختی اجتناب جو مذہب اور اصولِ تجارت کے ذرہ بھی منافی ہوں۔ تجارتی زندگی اور اسی کے لئے جدّوجہد۔ مرنج و مرنجاں طرزِ عمل اِن خصائل سے بوہرے اِس درجہ متصف ہیں کہ اس صوبہ میں دو ایک غیر بوہروں میں

یہ اوصاف دیکھ کر مجھے ان پر بوہرے ہونے کا بیجا شبہ ہوا۔ عام طرح، اس فرقہ میں ان خصائص کا پایا جانا، اِس بات کی دلیل ہے، کہ اِس فرقہ کی ابتدائی تربیت، انہیں خصوصیات سے مخصوص طرح کی جاتی ہے۔ اور یہ اِس امر کا بین ثبوت ہے کہ یہ فرقہ اپنے روحانی پیشواؤں کی، بخلوص تقلید کرتا اور اُن کا حکم مانتا ہے۔ اور اِس فرقہ کے روحانی پیشوا، اپنے مقلدین کے لئے بہترین نمونۂ اخلاق ہیں۔ ایک نمونۂ اخلاق قایم رکھنا، اور اُس کی بہر طریق پابندی نے، اِس فرقہ کو اخلاقی منزلت کے، اچھے پایہ، اور تجارتی عروج کے خاصے درجہ پر پہونچا دیا ہے۔ یہ فرقہ، مسلمانوں کا، ایک متمول طبقہ بھی کہے جانے کا مستحق ہے۔ کسی اسمٰعیلی کا، اسمٰعیلی رہ کر، اپنے موجودہ مقدّس، اور فیضِ مجسمٔ روحانی پیشوا سے انحراف، اور اُن کی لازمی اطاعت میں فرق کرنے کا منشاء ہے، کہ وہ بوہرہ ان خصوصیات و روایات سے علیٰحدگی چاہتا ہے جن کو اس فرقہ سے ایک حد تک تاریخی ربط ہوگیا ہے۔ ہمیں دلی مسرت ہے کہ عالیجناب سیدنا طاہر سیف الدین ادام اللہ فیوضہم کو، اپنے مخالفین کے مقابلہ میں باحسن وجوہ کامیابی ہوی۔ یہ مقدمہ آپ کی شخصیت کا زبردست امتحان تھا جس میں آپ کا ایثار اور آپ کی صداقت جلوہ نما رہی اور آپ کے آثار وجبروت میں ذرہ بھی لغزش نہ ہوی اور کامیابی کے بعد پیشین گوئی ہوسکتی ہے کہ اس فرقہ کے نظام قومی کا مستقبل بہتر رہے گا۔

ضرورت ہے کہ فرقۂ اسمٰعیلیہ کی ایک بسوط و مکمّل تاریخ زبانِ اُردو میں مدّون کیجائے کتاب میزان خود ہمارے اِس منشاء کی زندہ محرک ہے۔ جو تاریخِ فرقۂ اسمٰعیلیہ کے، واضح علامات سے مملو ہے۔ اور اِنہیں جملہ خصوصیات سے ہم اِس کو قابل قدر اور اس کے مؤلف کو

لائق تعریف یقین کرتے ہوئے بہمہ وجوہ کتاب میزان کو عہد میں اچھی اور سستی سمجھتے ہیں۔

خموش لطف پذیرد ز حسن بے نظارہ — من آنچہ حسن اثر بود بے گماں گفتم

تبصرہ

"خان بہادر" سید محمد حسین شوق زیدی منشٹر ڈپٹی مجسٹریٹ نہر

المسمیٰ بہ

محمد ابنِ علی

"میزان" نام اس مفصل و مشرح فیصلہ کا ہے جو آنریبل مسٹر مارٹن صاحب جسٹس عدالت عالیہ بمبئی نے سیٹھ چاندا بھائی کے مقدمہ میں دیا ہے۔ یہ فیصلہ حسب معمول انگریزی میں ہونے کے باعث ایک کنز مخفی کی طرح عامۃ الناس کی نظر سے پوشیدہ تھا پبلک کو عالیجناب عبدالرؤف صاحب مدرس انجمن ہائی اسکول جبلپور کا رہینِ منت و شکر گذار ہونا چاہیے کہ موصوف نے اِس کو اُردو زبان کا جامہ پہنا کر پبلک میں پیش کر دیا ہے کتاب کا کاغذ دیدہ زیب، طباعت دلفریب۔ ترجمہ سلیس۔ طرز ادا پر لطف و نفیس۔ ضخامت ۲۲۵ صفحے اِن خوبیوں پر ۱۲؎ قیمت علاوہ محصول ڈاک کچھ گراں نہیں۔

اور کتاب کی مجموعی حالت "نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز" کا تقاضا کر رہی ہے۔

فاضل مترجم نے اصل مقدمہ کے ساتھ ۲۴ صفحوں کا دیباچہ لکھتے ہوئے مقدمہ کا

عطر ہی نہیں کھینچا بلکہ دلبستانِ مذاہب۔ امرائے شیعہ۔ مذاہب اسلام۔ تاریخ بوہرہ بمبئی گزٹیر۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا وغیرہ وغیرہ جیسی معتبر و مستند کتابوں سے جابجا مفید اضافہ کیا ہے۔

دیباچہ میں فرقۂ اسمٰعیلیہ کی ابتدائی تاریخ دے کر گویا ۱۳۰۰ ہجری سے تنقید کی گئی ہو کہ حضرت اسمٰعیل کی وفات کے بعد جبکہ ۱۴۸ھ میں امام بحق ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیعوں میں کس طرح دو فریق اسمٰعیلیہ و امامیہ ہوگئے اور اسمٰعیلی فرقہ نے نہایت قلیل ہونے کے باعث کس طرح تبلیغ و اشاعت مذہب کا کام خاص خاموشی سے انجام دیا اور آخر کار اِن کو مصر میں کس طرح نمایاں کامیابی ہوی۔ جہاں مذہب نے سلطنت کی آڑ میں فروغ حاصل کیا اور قریباً دو سو سال تک اِس کے خلفا کوس لمن الملک الیوم بجاتے رہے۔ زوال ملک و دولت کے بعد کہاں کہاں اسمٰعیلی دُعاۃ و منّاد کام کرتے رہے اور بالآخر ۹۳۰ھ میں مذہبی مرکز یمن سے منتقل ہوکر ہندوستان آگیا جہاں آج تک اِس مذہب کے دُعاۃ خاموشی و سکون کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔

مندرجۂ بالا تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ فاضل مترجم نے اُن باتوں سے پبلک کو روشناس کیا ہی جن سے عام مسلمان تاحال ناواقف و بے خبر تھے۔ گویا کتاب کیا ہی قوم بوہرہ کی مذہبی۔ ملکی۔ تمدنی۔ اخلاقی زندگی کا ایسا صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں اس کے تمام خط و خال ہو بہو نظر آرہے ہیں۔

بواہیر کے موجودہ داعی مُلّا طاہر سیف الدین پر جو الزام اُن کے مخالفین لگا چکے ہیں

ان کی نوعیت و اصلیت معلوم کرنا ہو تو کتاب منگا کر ملاحظہ کیجئے۔ مخالفوں کے لئے جسٹس صاحب کا فیصلہ ایک صحیفۂ عبرت ہے کہ ہزار ہا روپیہ و قیمتی وقت صرف کر کے بھی وہ ملا صاحب کے دامن تقدس و تقویٰ پر کوئی بدنما داغ نہ لگا سکے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ۔۔۔ بر آں گر تُف زند ریشش بسوزد

بلکہ وہ عقاید جن کو یہ حضرات اور خود ان کے عمائد و اراکین پبلک سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اور جن کی پوشیدگی کے باعث جماعت کا ایک خاص وقار دوسرے لوگوں پر تھا وہ آج ہر شخص کی نظر سے گذر رہے ہیں اور ہر ناظر کو ان پر تنقید و تبصرہ کا موقع مل رہا ہے اب صرف یہ کہہ کر کہ ع "ایں ہا ہمہ راز ست کہ معلوم عوام است" تسلّی کی جائے تو کی جائے ورنہ یہ ایک پولیٹیکل غلطی تھی جو معاملہ عدالت تک گیا اور اس کے حالات عوام تک پہنچے ہمارے نزدیک من حیث المجموع فرقۂ بوہرہ کو اس مقدمہ سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ ہاں ملک کی معلومات میں ایک بیش بہا اضافہ ضرور ہوا ہے اور عام اوقاف کے منتظم و متولی بھی اگر چاہیں تو خاص فوائد اس فیصلہ سے اُٹھا سکتے ہیں اور معاملہ فہم معترض و نکتہ چیں بھی ایک حد تک متولی پر حملہ کرنے میں حزم و احتیاط سے کام لے سکتے ہیں۔

از مولوی بابا ابو رحمت حسن صاحب مصنف کتب کثیرہ میرٹھ

کتاب میزان قسطاس مستقیم ہر فقیہوں فریسیوں وغیرہ علماء یہود' پنڈتوں'
اُپدیشکوں وغیرہ ودوانان ہنود' وقاضیوں' مفتیوں' فقیہوں' محدثوں' مجتہد العصروں
وغیرہ فضلاء اسلام مصنفوں' ججوں وغیرہ حکام وکیلوں' بیرسٹروں' مختاروں' عرائض
نویسوں وغیرہ ارکانِ عدالت' صوفیوں' سجادہ نشینوں' مساجد' مقابر' منادر وغیرہ کے
اوقاف کے محافظوں کے لئے قابل دید وشنید کتاب ہر۔

سیٹھ چاندا بھائی کے غلہ اور اُس کے اوقاف' امامت' خلافت' تولیت وغیرہ
کے متعلق داودی بوہروں کے پیشوا ملا طاہر سیف الدین صاحب پر جو مقدمہ دائر کیا گیا تھا
جس میں فریقین نے قانونی نظائر اور بیش بہا دلائل پیش کئے تھے اور جسکی نصف سال تک محققانہ
چھان بین ہوتی رہی۔ ہندوستان کے اعلیٰ طبقہ کے رؤسا' علماء' فضلا' عدالتوں کے جج
حکام اور وکلاء جس کا فیصلہ سُننے کے شایق تھے اور چشم انتظار ہر وقت بمبئی کی طرف'
اور سب کے کان اس طرف لگ رہے تھے کہ عدالت عالیہ بمبئی کیا فیصلہ صادر کرتی ہر۔
بوہروں کے عقاید جو ہمیشہ سے پوشیدہ چلے آتے ہیں ان سے واقفیت اور اوقاف وتولیت
کے مسائل کی تنقید وتنقیح کیونکر ہوگی۔ اِس میزان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہر کہ

عدالت عالیہ کے لائق ججوں نے بوہروں کی تواریخ۔ عقائد و مسائل خلافت و تولیت وغیرہ سے پوری آگاہی حاصل کرکے بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہایت جانکاہی سے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے اور ایک ایک فقرہ پر قانونی دفعہ کا نمبر اور نظیر کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ کتاب قانونی یادداشت بن کر ہر شخص کے پاس ہر وقت رہنے کے قابل ہو گئی ہے باوجود ان سب خوبیوں کے میزان کیا ہے داؤدی بوہروں کی پوری تاریخ ہے اس سے ان کے عقائد و اخلاقی معاشرتی حالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔

میزان دراصل انگریزی زبان میں تھی مولانا عبدالرؤف صاحب نے مذکورہ ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر اردو سلیس میں اس کا ترجمہ کیا اور احمد علی عبدالرسول نے مطبع نادری جبل پور میں چھاپا۔

تنقید

از مولوی محمد مبارک حسین صاحب محمودی مدرس اوّل دارالعلوم میرٹھ

یہ کتاب ایک نادر اور بہترین طریقوں کا مجموعہ ہے اس میں بوہروں کے مذہبی اور تاریخی حالات پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے ہندوستان میں اُن کا قیام۔ دینی و دنیوی اقتدار حرمین شریفین کی حکومت یمن کی دعوت وغیرہ کے کافی حالات ایک مفصل صورت میں اس کے اندر بیان ہیں سنجیدہ اور متین حضرات کے لئے ایک مرقع دیدہ زیب اور منظر دل فریب کی

شان رکھتا ہو انصاف پسند صاحب علم حضرات کے لئے یہ فیصلہ کی صورت میں عبرتناک مظاہرہ ہو اور آیندہ نسلوں کے لئے سبق آموز اور دینی زندگی کے لئے ایک عجیب شاہراہ ہو باہمی مخالفتوں کی اصلاح اور آیندہ کے لئے راہِ عمل بتانے کا ایک مذہبی ضابطہ ہو۔ کتاب گویا ایک دلپسند اور اطمینان بخش گوہروں کا مجموعہ ہو اسلئے ضرورت ہو کہ ہر شخص توجہ کے ساتھ اِس کا مطالعہ کرے اور اپنے طرزِ عمل کو مناسب طریق پر لائے۔

ریویو

از مولوی محمد علی احسن خاں صاحب بسمل

سیٹھ چاندا بھائی کے عظیم الشان مقدمہ کا فیصلہ الموسوم بہ میزان کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ خواہشاتِ نفسانی سویدائے قلب انسانی کو سیاہ کردیتی ہیں چشم بصیرت رخصت ہوجاتی ہو قوتِ ممیزہ پر کدورت چھاجاتی ہو یوسف جیسا پُر نور پارہ ظلمتِ شب دیجور نظر آتا ہو ملا طاہر سیف الدین جیسے مطہر و متدین امین و متین، خاین و خاسر سمجھ میں آتے ہیں آج جسے داعی وقت اور جان و مال کا مالک مانا جاتا ہو کل اُسی سے حساب فہمی کے مطالبے ہوتے ہیں اقرار لسانی تصدیق قلبی اور بیعت کی پرواہ مطلق نہیں رہتی۔ قومی شیرازہ کو مضبوط کرنے کے بجائے توڑا جاتا ہو غصہ میں آکر جو کام نہ کرنا چاہیے وہی کیا جاتا ہو قدرت الٰہی کے مقابل کھڑے ہوجاتے ہیں مگر وہ ان کو ہر طرح تاریک گڑھے میں اوندھا ڈھکیلتی ہو اور

اور پاکبازوں کی پاکی اور راستبازی کو کھری اشرفی کی طرح کوچہ و بازار میں اُچھالتی ہو
حق غالب آتا ہو، جب پتہ لگتا ہو کہ یوسف یوسف ہی ہو ملا طاہر طاہر ہی ہو، تو مخالف
دستِ تاسف ملتا ہوا بحرِ یاس میں غرق ہو جاتا ہو ؏

اب پچھتائے کیا ہوت ہو جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

تقریظ

از سید مقصود علی صاحب بی اے سابق پروفیسر

سیٹھ چاندا بھائی کے عظیم الشان مقدمہ کا فیصلہ الموسوم بہ میزان مترجمہ جناب
عبدالرؤف صاحب حقیقت میں ایک تاریخی کتاب ہو جس میں قوم بوہرہ کے رسم و رواج
اور مذہبی تمدنی اور معاشرتی زندگی ایک مقدمہ کے فیصلہ کی حیثیت میں نہایت خوش اسلوبی
کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں آنریبل جسٹس مارٹن صاحب عدالت عالیہ بمبئی نے بہت غور
وخوض کے بعد محققانہ طریقہ پر فیصلہ فرمایا ہو اور واقف کے معاملات پر یہ کتاب خوب روشنی
ڈالتی ہو حقیقتاً یہ کتاب قابل مطالعہ کے ہو ملا طاہر سیف الدین صاحب کے ذمہ جو
الزامات اور اتہامات فریق مخالف نے لگائے ہیں اِس کتاب کے دیکھنے سے ملا صاحب
کی ذات ان سے بالکل مبرا و منزہ معلوم ہوتی ہو۔

———

ریویو

ازمولوی سید یعقوب علی صاحب خلف مولوی وصیت علی صاحب نگینوی

کتاب میزان دیکھنے میں آئی سیٹھ چاندابھائی کے مقدمہ کا یہ عجیب فیصلہ ہے عدالت عالیہ نے بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے اس کا مطالعہ اہل علم کے لئے ضروری ہے وقف کا مسئلہ بڑی خوبی سے حل کیا گیا ہے بوہروں کے پیشوا ملا طاہر سیف الدین صاحب پر جو بیجا الزامات لگائے گئے تھے سب غلط ثابت ہوئے مخالفوں کو چشم عبرت سے مطالعہ کرنا چاہئے یہ کتاب کیا ہے بوہروں کی پوری تاریخ ہے۔

ازسید محمود حسین صاحب شاداں زیدی الواسطی

سیٹھ چاندابھائی کے عظیم الشان مقدمہ کا فیصلہ الموسوم بہ میزان مصدرہ جسٹس مارٹن صاحب عدالت عالیہ بمبئی مورخہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء معہ فیصلہ اپیل آنریبل چیف جسٹس میکلاوڈ عدالت مرافعہ بمبئی مورخہ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطبوعہ مطبع نادری جبل پور نظر سے گذرا مطالعہ سے معلوم ہوا کہ جج صاحبان نے نہایت اعلیٰ درجہ کی وسیع معلومات حاصل کرکے

فریقین کے دلائل سے اچھی طرح واقف ہوکر محققانہ و منصفانہ فیصلہ صادر فرما یا ہو اوقات کے متولی وغیر متولی اِس سے بخوبی فیض حاصل کرسکتے ہیں یہ کتاب کیا ہو ایک عبرت ناک نظارہ ہو۔

تنقید

از قاضی مولوی محمد فاضل قادری ایڈیٹر "تحفۂ محمدیہ"

کتاب میزان کا کیا کہنا اُس کے متعلق صرف اِسی قدر کہنا کافی ہو کہ یہ بوہرہ مذہب کی ایک مکمل لاجواب تاریخ ہو یہ اپنی نوعیت میں جیسی کچھ نرالی ہو اُسی قدر باعتبار خوبیٔ مضامین دلچسپ اور توسیعِ معلومات کا زبردست ذریعہ ہو۔ تعلیمی اور معاشرتی حالات، اخلاق و عادات پر جس پیرایہ میں روشنی ڈالی گئی ہو وہ اپنی آپ ہی نظیر ہو بلکہ جن بے نظیر اور انوکھے مضامین سے اِس کو مزین کیا گیا ہو وہ قابل دید ہیں جو کہ "ہم حظ نفس است وہم قوت روح" کے مصداق ہیں۔ جس کا حرف حرف مسرت آمیز۔ فقرہ فقرہ فرحت خیز ہو اس لئے بزور کہنے کو تیار ہوں کہ یہ ذخیرۂ معلومات اپنے طرز میں بے مثل اور لاجواب ہو جس کے حُسن ظاہری و باطنی نے اِس کو دوبالا اور شاندار بنادیا ہو جس کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھانا ہر شخص کا فرضِ اولین ہو۔ خیر الکلام ما قل ودل

انتقاد

از مولوی محمد عزیز الحسن صاحب انصاری مدرس عربی انجمن اسلامیہ جبلپور

گذشتہ گرما کی بڑی تعطیل میں میرے قدیمی محب جناب ماسٹر عبدالرؤف صاحب جبل پور تشریف لائے ہوئے تھے۔ دورانِ ملاقات میں اُنہوں نے مجھ سے اپنی کتاب "میزان" نامی کا تذکرہ کیا، میں نے اُس کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا ماسٹر صاحب موصوف نے دوسرے دن کتاب مذکور بطور ہدیہ عاجز کو عنایت فرمائی۔ میں نے کتاب مذکور کو از ابتدا تا انتہا دیکھا۔ فی الحقیقت یہ کتاب ایک انگریزی زبان کے فیصلہ کا ترجمہ ہے جس کو ہائیکورٹ بمبئی کے جج نے تحریر کیا تھا اگرچہ زبانِ انگریزی سے عاجز محض ناواقف ہے لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا جو اہم فرض ہے اور اُس میں جو دشواریاں مترجم کو پیش آتی ہیں اُن سے بخوبی واقف ہے۔ مترجم نے اِس کتاب میں زبانِ اُردو کی فصاحت اور خوبیوں کا کافی لحاظ رکھا ہے اور مطلب کو نہایت سلیس عبارت میں ادا کیا ہے۔ مترجم صاحب انگریزی، فارسی، اُردو، تینوں زبانوں میں ماہر ہیں اِس کتاب میں فرقۂ بواہیر کے داعی اور پیشوا جناب سید ناطاہر سیف الدین صاحب کے اُس مقدمہ کے حالات تحریر ہیں جو اُن کے مخالف مریدوں نے اُن پر بعض خاص اغراض کے باعث دائر کیا تھا۔ اِس مقدمہ کے حالات کا مجھ کو اُس وقت سے

علم ہو جبکہ اول اول اخبار اہلحدیث میں ایک مضمون مخالفین ملا صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا میں ایک زمانہ سے اس فرقہ کی تاریخ سے واقف ہوں۔ ملا صاحب پر جس قدر افترا و بہتان باندھا گیا تھا وہ حرف غلط کے مانند ثابت ہوا اور مخالفین نے منھ کی کھائی۔ اور دروغگوئی میں اپنی شہرت کرائی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے اکثر فرقوں سے مجھ کو تعارف ہے لیکن جس قدر اتفاق اور پابندی قوانین قومی فرقۂ بواہر میں پائی جاتی ہے وہ دوسرے فرقوں میں نہیں ہے اس قوم کا بڑا اصول مرنجاں مرنج ہے اور صوم وصلوٰۃ اور عربی زبان ادب و تواریخ و شاعری میں نہایت درجہ پابندی اور شغف پایا جاتا ہے۔ دوسرے فرقہ ہائے اسلام سے نہایت اخلاق واتحاد سے پیش آتے ہیں جبلپور میں جب ملا صاحب موصوف تشریف لائے اُس وقت آپ نے انجمن اسلامیہ کے یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک معتدبہ رقم جیب خاص سے مرحمت فرمائی تھی۔ یہ لوگ دوسرے فرقوں کے بزرگوں اور عالموں کا ادب بھی بہت کرتے ہیں اور نہایت اخلاق و شیریں کلامی سے پیش آتے ہیں۔ عورتیں بچے بھی روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک مسجد میں سب ملکر نماز ادا کرتے ہیں۔ کتاب ہذا میں اِس فرقہ کے مختصر حالات مترجم صاحب نے اپنی تحقیق سے اچھے لکھے ہیں جو عربی کی بعض تواریخ کے سوا اور کسی اُردو کتاب میں اِس سے قبل میرے دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔ کتاب کی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ ہے ان خوبیوں کے باوجود قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ صرف عہ

اخبارات و رسائل کی رائیں

شیعہ کالج نیوز لکھنو

مورخہ ۷۔ جولائی ۱۹۲۲ء

۱۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے شیعہ کالج نیوز میں ایک معاصر سے سیٹھ چاند بھائی کے مقدمہ کے حالات نقل کرتے ہوے ہم نے حسب ذیل نوٹ لکھا تھا۔

"سابق میں اکثر اخباروں نے اس مقدمہ کی نسبت یہ خبر شائع کی تھی کہ جناب ملا طاہر سیف الدین صاحب کو پوری کامیابی ہوئی اور دعویٰ خارج ہو گیا لیکن ہمعصر "دبدبہ سکندری" کے نامہ نگار کے بیان سے (جو ایک گروہ کی طرفداری سے خالی نہیں پایا جاتا) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب ملا طاہر سیف الدین صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا لیکن ہمارے نزدیک یہ عقدہ اُس وقت تک حل نہ ہو گا جب تک مقدمہ کی تجویز بغیر حاشیہ آرائی کے شائع نہ ہوگی لہٰذا ہم متعلق حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ بجائے ناقص حالات طبع کرنے کے تجویز کا ترجمہ شائع کرا دیں اُس وقت ہر شخص خود اصل معاملہ کو سمجھ لے گا۔"

ہم کو نہایت مسرت ہے کہ ہماری فرمایش قابل قبول سمجھی گئی اور عدالت کی تجویز کا مکمل ترجمہ مع ضروری تشریحات کے شائع کر دیا گیا ہے جس کا نام میزان ہے اور جو ہمارے پاس بغرض تبصرہ آیا ہے۔

یہ ۲۲۴ صفحات کا رسالہ ہو جو نہایت خوشخط اور عمدہ سفید کاغذ پر بہت اہتمام سے طبع ہوا ہو شروع میں دیباچہ اور تمہید مقدمہ ہو جس میں علاوہ دیگر امور کے حسب ذیل باتیں درج ہیں فرقۂ اسمعیلیہ کی مختصر تاریخ از ابتدائے حدوث فرقۂ مذکورہ تا زمانِ حال۔ عقاید فرقۂ اسمعیلیہ جس میں امامت۔ طریقۂ نص۔ امام اور داعی کے اختیارات۔ داعی مطلق کی تعریف ہو دعوت اور بوہروں کا نظامِ قومی۔ بوہرہ جماعت میں باہمی اختلاف اور مقدمہ کی بنا۔ ملا طاہر سیف الدین صاحب کا اپنے فرقہ میں مرتبہ و اقتدار۔ ملا صاحب سے مخالفت کے وجوہ۔ ملا صاحب کے مخالفین کا طریق عمل۔ ملا صاحب اور تعلیم۔ مقدمہ میں ایڈوکیٹ جنرل کا طرز عمل۔ خلاصہ عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ و تجویز۔ اس کے بعد حاکم مجوز کے فیصلہ پر طویل تنقید ہو جس میں اُن نتائج کے غلط ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہو جو جسٹس مارٹن جج ہائیکورٹ بمبئی (مجوز مقدمہ) نے ملا صاحب کے خلاف طے کئے ہیں صفحہ ۵۰ سے ۶۴ تک اُس تصفیہ باہمی کا حال ہو جو عدالت اپیل میں قبل از بحث ہو گیا ہو اور مقدمہ کا خاتمہ بجائے عدالتی فیصلہ کے باہمی مصالحت سے ہوا جو ہر طرح مناسب تھا۔

دوسرے حصہ میں صفحہ ۱ سے مسٹر مارٹن جج کے فیصلہ کا ترجمہ شروع ہوا ہو جو صفحہ ۱۳۰ پر ختم ہوا ہو۔ ہم نے اِس فیصلہ کو از اوّل تا آخر نہایت غور سے پڑھا ہو اور ہماری جو کچھ سمجھ میں آیا ہو وہ یہ ہو کہ جہاں تک عملی حیثیت اور طریق کار کا تعلق ہو ملا طاہر سیف الدین صاحب کو اپنے مخالفین کے مقابلہ میں قریب قریب کامیابی ہوئی ہو جن جائدادوں کے وقف ہونے سے ملا صاحب کے وکلاء نے انکار کیا تھا وہ ضرور وقف ثابت ہو گئیں لیکن اسی کے ساتھ ملا صاحب کے اختیارات میں

کوئی دست اندازی نہیں کی گئی نہ کسی دست اندازی کی ضرورت ثابت ہوئی وہ بدستور نزاعی جائدادوں پر اپنے مذہبی منصب کی حیثیت سے خواہ بطور متولی قابض رہے اُن کا داعی مطلق ہونا بھی ثابت قرار پاگیا۔ ہم نے جو کہا ہے کہ ملا صاحب کے وکلاء نے جن جائدادوں کے وقف سے انکار کیا تھا وہ وقف قرار پاگئیں۔ اِس سے ہمارا صاف منشاء یہ ہے کہ تمام واقعاتِ مقدمہ پر نظر کرنے سے ہم کو قوی گمان ہوتا ہے کہ عدالت میں وقف کے خلاف ملا صاحب کی طرف سے جو بیانات ہوئے ہیں ممکن ہے کہ وہ ملا صاحب کی مرضی کے مطابق نہ ہوئے ہوں اور وکلاء کو ملا صاحب کے مفہوم شرعی میں سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو یا ملا صاحب سے کوئی اذنِ عام لے کر اُن کے پیروکاران مقدمہ نے ایسے بیانات پیش کرادئے ہوں جن کی اطلاع ملا صاحب کو نہ ہو ہم کو معلوم ہے کہ عدالت سے مقدمہ جیت لینے کے خیال سے صاحبانِ مقدمہ کے پیروکار اشخاص کیسی کیسی کارروائیاں کرتے رہتے اور کیا کیا ہدایات دیتے رہتے ہیں جن کی صاحبانِ مقدمہ کو اطلاع بھی نہیں ہوتی۔

بہرحال مقدمہ کا نتیجہ خود جج صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ ایک طرف تو مدعی خاص خاص اصولی مسائل میں کامیاب ہوا ہے مثلاً تولیت وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا کہ ملا صاحب کو ان جائدادوں کے انتظام سے محروم کردے داعی مطلق کا فیصلہ بھی اِس کے خلاف ہوا۔" اِسی وجہ سے جج صاحب نے ملا صاحب اور اُن کے شریک مدعا علیہم سے مدعی کے خرچہ کا صرف ۳/۴ دلایا ہے۔

یہ فیصلہ از اوّل تا آخر نہایت مفید اور دلچسپ مباحث اور حالات سے مملو ہے

اِس میں ذی علم جج نے نہ صرف اسمٰعیلیہ فرقہ کے عقائد و تاریخی اہم واقعات کو جابجا ظاہر کیا ہے اور ملا صاحب کے بعض پیشرو دعاۃ کے طرزِ عمل کو دکھایا ہو بلکہ اقسام وقف اور اسلامی مسائل وقف اور انگلستان کے قوانینِ سابقہ و حالیہ میں جو مغائرتات و مشابہات ہیں نیز بہت سے لطیف نازک اور دقیق اصولی مباحث کو نہایت قابلیت سے لکھا ہو جس کی وجہ سے یہ فیصلہ بالخصوص اُن اشخاص کے لئے بہت کارآمد ہو جنہیں مقدماتِ وقف سے دلچسپی اور اسلامی اوقاف سے ہمدردی ہو۔

ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۰ھ

"میزان" بوہروں کے پیشواءِ اعظم پر جو عدالت بمبئی میں عظیم الشان مقدمہ دائر تھا اُس کی مکمل روداد اِس کتاب میں ملیگی جو بالکل ایک نئی چیز ہو کیونکہ بوہرے بھی شیعوں کے ایک خاص حصہ ہیں جن کے حالات و عادات اور رسم و رواج سے شیعہ زیادہ تر ناواقف رہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اسرارِ مذہبی کو کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور نہ وہ کسی سے چھیڑ چھاڑ کرنا پسند کرتے ہیں مگر جس مصلحت سے وہ لوگ اِس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اُن کے ...... نے خاموش نہ رہنے دیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ اور برسوں اِس پر بحث مباحثہ جاری رہا لہٰذا ترجمہ شائع کرنا پڑا۔

اس فیصلہ پر خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے رسالہ "دین و دنیا" میں بڑے زور سے یہ شائع کیا تھا کہ بوہروں کے ملائے اعظم نے شکست کھائی حالانکہ درحقیقت اُن کی فتح تھی۔

اخبار تاج جبل پور

مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۲ء

"میزان" کتاب بذا ہمارے دفتر میں برائے ریویو آئی ہو جن لوگوں نے ان مضامین کو پڑھا ہو جو بوہروں کے پیشواء اعظم کے خلاف اخباروں میں گشت لگا رہے تھے یا اس مقدمہ کے بارے میں سُنا یا دیکھا ہو جو بمبئی کی ہائیکورٹ میں اُن کے خلاف چھ ماہ تک چلتا رہا۔ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ میزان ان تمام باتوں کی کاشف راز ہو۔ کتابِ مذکور نے زبانِ اُردو میں ایک نئی معلومات کا اضافہ کر دیا ہو۔ جسٹس مارٹن کے فیصلہ کے علاوہ جو ۵۳۲ صفحوں پر ختم ہوتا ہو مترجم جناب عبدالرؤف صاحب نے ۸۰ صفحوں کی مبسوط تمہید لکھی ہو جو بذاتِ خود ایک کتاب ہو اس سے فرقۂ اسمٰعیلیہ (بوہرہ) کے ائمہ و دعاۃ کی تاریخ۔ عقائد۔ معاشرت۔ تمدن۔ ترقی و تنزل کے علاوہ اسلام کے حالاتِ ماضی کا بھی پتہ چلتا ہو۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسمٰعیلی پرچم کس طرح افریقہ کے علاوہ اٹلی سسلی۔ مالٹا۔ بحیرۂ روم پر سایہ فگن تھا۔ تمہید کے وہ مضامین جن کی سُرخیاں نظامِ قومی۔ مخالفین کا طریق عمل۔ ملا صاحب اور تعلیم۔ خاص طور سے قابل قدر ہیں۔ جن سے ہر فرقہ کا مسلمان فائدہ اُٹھا سکتا ہو۔ اگر بوہروں کے عقائد اِن کے

مذہبی اسرار۔ اسلام سے ان کا تعلق دیکھنا ہو تو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیے۔

مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۲۲ء

سیٹھ چاندا بھائی کے ایک عظیم الشان مشہور مقدمہ کے فیصلۂ عدالتِ ماتحت و عدالتِ اپیل کو جناب عبدالرؤف صاحب نے ایسی شان اور قابلیت سے ترجمہ و تالیف کیا ہے کہ مستقل تاریخی کتاب اور بوہرہ قوم کی مذہبی و تمدنی ہسٹری کا بہترین و دلچسپ مجموعہ بن گیا ہے علاوہ حسنِ نظر یعنی اعلیٰ لکھائی چھپائی اور ۱۸×۲۲ کے ۴۲۴ صفحوں پر ہونے کے حسنِ باطنی یعنی قابل دید مضامین کا ذخیرہ اور اپنی قلتِ قیمت میں ایک نادر ہدیہ ہے۔

مورخہ ۵ مئی ۱۹۲۲ء

میزان۔ کتاب ہذا در اصل سیٹھ چاندا بھائی کے مہتم بالشان مقدمہ کی روئداد ہے۔ جس کو جسٹس مارٹن نے فیصل کیا تھا جو کم و بیش چھ ماہ تک زیر سماعت رہا۔ یہ مقدمہ بجائے خود ایک دلچسپ چیز ہے لیکن کارآمد شئے اس میں یہ ہے کہ بمبئی کی مشہور و معروف متمول "قوم" بوہر

کے حالات۔ عقائد۔ رسم ورواج۔ طرزِ معاشرت۔ نظامِ قومی اِس سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اُردو میں ایسی کتابوں کا وجود بہت کم پایا جاتا ہو جن سے اقوامِ ہند کے تاریخی حالات دریافت کئے جاسکیں۔

ہم مترجم صاحب کو ان کی محنت کی داد دیتے ہوے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اپنے ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اِس کتاب کا مطالعہ فرمائیں اگر وہ پسند نہ کریں اور دلچسپی حاصل نہ کریں تو ہمارا ذمہ۔

مورخہ ۵ مئی ۱۹۲۲ء

داؤدی بوا ہر کے داعی مطلق مولانا طاہر سیف الدین پر اُن کے ناراض مقلدین وتابعین نے اوقاف کے متعلق ایک مقدمہ کھڑا کر دیا تھا جس کا فیصلہ ہائیکورٹ بمبئی کے مسٹر جسٹس مارٹن نے کیا اور اِس کا اُردو ترجمہ بعض ضروری مضامین کی زیادت کے ساتھ دفتر میں بغرض ریویو وصول ہوا ہو وقف پر تصرف کے جواز وعدم جواز سے ہمیں بحث نہیں یہی کافی ہو کہ ایک مقتدر جج نے ملا صاحب کو قابض جائز تسلیم کر لیا ہو اِس کتاب میں فرقۂ مذکورہ کے عقائد نہایت دلاویز طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں اگر یہ مقدمہ نہوتا تو بجز فرقۂ مذکورہ کے مخصوص افراد کے اور کسی کو ان عقائد کی اِطلاع نہ ہوتی۔ اِس فیصلہ میں مسئلہ وقف کے بعض نہایت پیچیدہ

موز بھی حل کئے گئے ہیں۔ کتاب ہر نوع مفید دلچسپ و خوش منظر ہے۔

اخبار اثنا عشری دہلی

یکم جون سنہ ۱۹۲۲ء

میزان۔ پندرہ جزو ضخامت کی ایک کتاب ہے جس کی کتابت دیدہ زیب۔ طباعت جدت آفرین کاغذ بہاقونہ کاغذ چکنا قیمتی ہے یہ درحقیقت سیٹھ چاندابھائی کے عظیم الشان مقدمہ کا فیصلہ ہے جو جسٹس مارٹن کے قلم سے لکھا گیا اور جس کا بامحاورہ ترجمہ منشی عبدالرؤف صاحب نے اس خوبی سے کیا جو ہر طرح قابل تعریف ہے اسی کے ہمراہ فیصلہ اپیل مصدرہ آنریبل چیف جسٹس میکلاوڈ بہادر کا ترجمہ بھی ہے۔ بوہرہ جماعت کے دیکھنے اور پڑھنے کے قابل خصوصاً ملا طاہر سیف الدین کے مریدوں کے لئے دلچسپ مشغلہ ہے۔ اُمید ہے کہ بوہرہ جماعت کے وہ افراد جو اِس مقدمہ سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے داعی مطلق کی زندگی کے واقعات کو بالاستیعاب دیکھنا چاہتے ہیں وہ اِس کتاب کی ایک ایک کاپی خرید کر اپنے قومی کارخانہ کی اعانت فرمائیں۔

اخبار وکیل امرتسر

۱۰ مئی سنہ ۱۹۲۲ء

میزان۔ جناب عبدالرؤف صاحب نے اِس کتاب میں سیٹھ چاندابھائی کے مہتم بالشان مقدمہ کے اُس فیصلہ کا اُردو ترجمہ سپردِ قلم کیا ہے جو جسٹس مارٹن عدالت عالیہ بمبئی نے صادر کیا تھا۔ علاوہ ازیں اسمیں بوہرہ قوم کے عقائد، رسم و رواج، طرزِ معاشرت۔ نظام قومی پر معقول پیرایہ میں روشنی ڈالی گ

اِستدلال

(حصۂ اول) یعنی

مسٹر الوپیرارٹی کی بحث کا ترجمہ

۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء

مسٹر الوپیرارٹی - سب سے پہلی بات جسپر میں عدالت کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کی پوزیشن کیا ہے -

جسٹس مارٹن - کیا میں یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ آپ عمارت کے بالائی حصہ کے نسبت کچھ کہنا نہیں چاہتے -

مسٹر الوپیرارٹی - ہاں ۱۹۶ مربع گز زمین کے نسبت مجھے کچھ نہیں کہنا ہے -

جسٹس مارٹن - بقیہ کے نسبت آپ کا کیا کہنا ہے -

مسٹر الوپیرارٹی - میں ان سب کو جزو مسجد تسلیم کرتا ہوں -

جسٹس مارٹن - میرا خیال ہے کہ آپ کا فرمانا درست ہے - میں بخوبی سمجھتا ہوں کہ وہ سب اسی طرح وقف ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسجد کے لوازمات سے ہے -

مسٹر الوپیرارٹی - میں اس کو تسلیم کرتا ہوں

جسٹس مارٹن - مجھے یاد پڑتا ہے کہ مسجد کے اوپر پہلی منزل میں کچھ کمرے تھے جو عمال اور

اُنکے عملہ کے استعمال میں آتے تھے۔

مسٹر انویرارٹی۔ سب سے پہلی بات جس کی طرف میں عدالت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ بمبئی میں ایڈوکیٹ جنرل کی کیا پوزیشن ہے۔ ہم مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ اُسکی پوزیشن ایک معمولی مدعی کی سی ہے اور انگلستان کی تمثیل ہندوستان میں عاید نہیں ہوتی میرا مطلب خصوصاً خیراتی مقدمات کے متعلق ہے اس قسم کے مقدمات مجموعۂ ضابطہ دیوانی کے تحت میں آتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ گورنمنٹ انڈیا ایکٹ دفعہ ۱۱۴-۵ کے متعلق آپ کا کیا کہنا ہے۔ اسکی روسے ایڈوکیٹ جنرل ہندوستان میں ویسے ہی مقدمہ دائر کرسکتا ہے جیسے انگلینڈ میں اٹارنی جنرل۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے اسپر غور نہیں کیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ گورنمنٹ انڈیا ایکٹ بابتہ ۱۹۱۵ء کے روسے ایڈوکیٹ جنرل اسی طرح مقدمہ دائر کرسکتا ہے جیسے انگلینڈ میں اٹارنی جنرل۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اسپر بحث کرسکتا ہوں اُسے انگلستان کے اٹارنی جنرل کی طرح کارروائی کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن اِس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ ضابطہ بھی وہی ہو جو انگلستان میں رائج ہے۔ میں حوالہ پیش کرسکتا ہوں کہ انگلستانی قانون کی مثال ہندوستان میں عاید نہیں ہوسکتی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ نے اِس ایکٹ کے اثر پر غور نہیں کیا تو پہلے آپ گورنمنٹ انڈیا ایکٹ

پر غور کیجئے کیونکہ انگلستان میں خیراتی معاملات میں اٹارنی جنرل کے دعوی کی بنیاد اسی پر ہی

مسٹر الویرا رائی - اگر جناب والا یہ سمجھتے ہیں کہ میری دلیل غلط ہی تو ......

جسٹس مارٹن - اگر آپ ایکٹ کو ملاحظہ کرلیں تو میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔

مسٹر الویرا رائٹ - میں ڈھائی بجے اُسکو پڑھ لونگا۔ جناب والا جس بات کی طرف اشارہ کرینگے میں اُس کی تعمیل کے لئے آمادہ ہوں۔

ایڈوکیٹ جنرل - اسکا سلسلہ جارج سوم تک چلا جاتا ہی۔

جسٹس مارٹن - ہاں ایسا ہی ہی۔

مسٹر الویرا رائٹ - میں اپنی دلیل پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہی کہ از روئے ضابطۂ دیوانی دفعہ ۹۲ جسکے تحت میں ایڈوکیٹ جنرل مقدمہ دائر کرتا ہی اٹارنی جنرل انگلینڈ میں بغیر متعلقین کے کوئی مقدمہ دائر نہیں کرسکتا۔ قانونی حوالہ کی بھی اسکے لئے ضرورت ہی۔

جسٹس مارٹن - کس حوالہ سے آپ ایسا کہہ رہے ہیں۔

مسٹر الویرا رائٹ - میں حوالہ پیش کرتا ہوں۔ مجھے جناب والا متحیر معلوم ہوتے ہیں۔

جسٹس مارٹن - اور ہونا بھی چاہئے۔

مسٹر الویرا رائٹ - انگلینڈ میں صرف ایک دفعہ ہی جس کی روسے اٹارنی جنرل بغیر متعلقین کے مقدمہ دائر کرسکتا ہی - وہ ۵۹ جارج سوم باب ۹۱ ہی جو سائمن صفحہ ۳۹۴ میں درج کی گئی ہی - اسمیں مذکور ہی (پڑھتا ہی) فیصلہ صفحہ ۲۹۶ پر پڑا اسمیں یہ مذکور ہی - میں نے ایک مقدمہ اور

بھی دیکھا ہی جو اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہو۔ اسکیں متعلقین کو خیرات سے تعلق نہیں ہو اس لئے ان کی اطلاع مسترد کردی گئی کیونکہ ایڈوکیٹ جنرل کے ساتھ متعلقین نہیں تھے

جسٹس مارٹن۔ تم نے اپنے عذرات میں یہ پیش نہیں کیا۔ تمہارا پوائنٹ کیا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا پوائنٹ یہ ہو کہ ایڈوکیٹ جنرل اپنے نام سے مقدمہ دائر کرسکتا ہو کیونکہ مجموعہ ضابطہ دیوانی اُسکو اس کی اجازت دیتا ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایسا نہیں کرسکتا جہاں تک اُس پوائنٹ کا تعلق ہو یہ بالکل درست ہو لیکن میری دلیل یہ ہو کہ جہانتک عذرات اور خرچ مقدمہ کا تعلق ہو اُس کی پوزیشن معمولی مدعیان کی طرح ہو میں اسپر زور نہیں دیتا کہ وہ بغیر متعلقین کے مقدمہ دائر نہیں کرسکتا۔ یہ مطلقاً میرا پوائنٹ نہیں ہو۔

جسٹس مارٹن۔ خرچ مقدمہ کے بارے میں۔

مسٹر انویرارٹی۔ جہاں تک خرچ مقدمہ اور عذرات کا تعلق ہو۔ عدالت کو معلوم ہو کہ انگلینڈ میں عذرات کے متعلق کچھ رعائت کیجاتی ہو میں عدالت کے سامنے حوالہ پیش کرونگا اگر عدالت نے یہ سمجھا ہو کہ میں نے مقدمہ دائر کرنے پر اعتراض کیا ہو تو یہ میرا پوائنٹ نہیں ہو۔

جسٹس مارٹن۔ اب آپ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ ہندوستان میں بغیر متعلقین کے مقدمہ دائر نہیں کرسکتا۔

انویرارٹی۔ ہرگز نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ ایک قدم اور آگے بڑھ رہے ہیں۔ کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ دفعہ ۹۲ کے علاوہ وہ بغیر متعلقین کے ہندوستان میں مقدمہ دائر نہیں کرسکتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ بغیر متعلقین کے مقدمہ دائر کرسکتا ہے لیکن وہ خرچ مقدمہ کا خود ذمہ دار ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کرو کہ دفعہ ۹۲ کا وجود نہیں ہے یا مقدمہ دفعہ ۹۲ کے تحت میں نہیں آتا کیا اُسوقت آپ کا یہ کہنا ہے کہ بغیر متعلقین کے مقدمہ دائر نہیں کرسکتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ بیشک کیونکہ عدالت چینسری میں یہ طے شدہ امر ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اسلئے آپ کا یہ کہنا ہے کہ جہانتک مقدمہ ہٰذا دفعہ ۹۲ کے تحت میں نہیں آتا وہاں تک یہ مقدمہ ناقص ہے کیونکہ ایڈوکیٹ جنرل کے ساتھ متعلقین نہیں ہیں۔ آپ نے اپنے عذرات میں یہ پوائنٹ نہیں پیش کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اوّل تو یہ چنداں اہم بات نہ تھی۔ دوم ہمکو صرف عرضی دعوی کا خیال کرکے عذرات پیش کرنے تھے اُنہوں نے کہا کہ ہمارا (ملا صاحب) کا تقرر باقاعدہ اور جائز طور پر نہیں ہوا ہے مجھے ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں اسکا پھر حوالہ دوں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں خیرات کی جانب سے اطلاع دیجاتی ہے وہاں اٹارنی جنرل دوسرے فریق کے اشارے سے مقدمہ دائر کرتا ہے اور دوسرا فریق متعلقین کا ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ میرا یہ کہنا درست ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کو ایکٹ مذکورہ کے روسے مقدمہ دائر کرنے کے اختیارات حاصل ہیں اور وہ ایکٹ ہٰذا کے تمام شرائط کے پابند ہیں اگر ایسا ہے تو انگلستان کی مثال پریوی کونسل کے فیصلہ کے مطابق (مقدمہ اپیل ملراج کھٹو بنام ویدیا) یہاں عاید نہیں ہوسکتی۔ دیکھو ۳۰ انڈین اپیل صفحہ ۴۲ (مضمون پڑھتا ہے) پریوی کونسل کا یوں کہنا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے

جہاں ایڈوکیٹ جنرل کو اپنے نام سے بلا موجودگی متعلقین مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہوا ہو لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ۱۸۸۲ء کے پیشتر عدالت ہذا کو کوئی ایسی مثال ملے جہاں ضابطۂ دیوانی بابتہ ۱۸۸۲ء دفعہ ۵۳۹ کے رو سے کسی وقت بھی ایڈوکیٹ جنرل نے بغیر متعلقین مقدمہ دائر کیا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا حوالہ ۴۰ انڈین اپیل صفحہ ۲۴ کا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں۔

جسٹس مارٹن۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں گورنمنٹ انڈیا ایکٹ قابل غور ہے آیا کہ ایڈوکیٹ جنرل ہندوستان میں اٹارنی جنرل انگلستان کی طرح مقدمہ دائر کر سکتا ہے مجھے اس ایکٹ پر بحث کرنا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اسوقت وہ خیراتی مقدمات اپنے نام سے دائر کر سکتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں۔

مسٹر انویرارٹی۔ جب اسکو ضابطۂ دیوانی سے اختیارات حاصل ہیں تو مجھے بھی کلام نہیں

جسٹس مارٹن۔ براہ مہربانی آپ اس پوائنٹ کو دیکھیے گا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یقیناً میں گورنمنٹ انڈیا ایکٹ کو دیکھونگا۔

جسٹس مارٹن۔ اِسوقت مجھے یاد نہیں ہے کہ وہ پہلے کب پاس ہوا تھا۔ شائد وہ ابتدائی زمانہ میں پاس ہوا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ شائد عدالت یہ معلوم کرنا پسند کرے گی کہ انگلستان میں اٹارنی جنرل

کے ساتھ کیسا معاملہ پیش آتا ہے۔ انگلستان میں عدالت کا خرچہ اُس سے نہیں دلایا جاسکتا۔

جسٹس مارٹن۔ کیا اٹارنی جنرل سے کبھی خرچہ نہیں دلایا جاسکتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ خیراتی مقدمات میں کبھی نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا کبھی نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے کبھی نہیں۔

جسٹس مارٹن ۔ اُس کو خرچہ دلایا جاتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمیشہ نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ عام طور سے اُسکو خرچہ جائداد ٹرسٹ سے ملتا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ اُسکو اُسی موقع پر خرچہ ملتا ہے جہاں عام مدعیان خرچہ کے مستحق ہوتے ہیں جہاں دوسرے لوگوں کو نہیں ملتا وہاں اُسکو بھی نہیں ملتا۔ وہ خرچہ ادا نہیں کرتا ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں لیکن حوالہ سے ایساہی پتہ چلتا ہے۔ حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے خیراتی معاملات میں کبھی خرچہ نہیں دلایا جاتا۔ جہاں معمولی مدعی کو خرچہ ملتا ہے وہاں اُسے بھی مقدمہ کا خرچہ دلایا جاتا ہے فرض کیجئے کہ وہ بیجا نالش دائر کرے تو اُس کو خرچہ نہیں ملیگا۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ایسی حالت میں وہ ہرگز خرچہ پانے کا مستحق نہیں ہے

جسٹس مارٹن۔ کیا یہ امر عدالت کی مرضی پر نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ازروئے ضابطہ خرچہ کا فیصلہ عدالت کی رائے پر منحصر ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ رائے انصاف کے ساتھ ہے۔ میرا خیال نہیں ہے کہ عدالت ایڈوکیٹ جنرل

اُس وقت بھی خرچہ دلائیگی جبکہ وہ بالکل بیجا مقدمہ دائر کرتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں۔ میں ایسی صورت حال کا خیال کر رہا ہوں جب اڈوکیٹ جنرل خرچہ ادا کر سکتا ہی۔ میں گورنمنٹ انڈیا ایکٹ دفعہ ۱۱۴ کی طرف اشارہ کرتا ہوں اسکے رو سے اڈوکیٹ جنرل مقدمہ دائر کر سکتا ہی لیکن اُس میں خرچہ کے متعلق کچھ درج نہیں ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اگر یہ صحیح ہی تو مجموعۂ ضابطہ دیوانی انگلینڈ کے قانون سے زیادہ وسیع ہی

مسٹر انویرارٹی۔ ضابطہ دیوانی میں اُسکو معمولی مدعیوں کی طرح خرچہ دینا پڑتا ہی میری بحث یہی ہی میں ان سب پر بحث کرونگا۔ فی الحال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انگلینڈ میں کیا رواج ہی۔ میں ۴۰ انڈین اپیل کو نظیراً پیش کرچکا ہوں کہ انگلستانی طرز عمل ہندوستان میں عائد نہیں کیا جاسکتا۔ وہ یہ ہی کہ اٹارنی جنرل سے کسی وقت خرچہ نہیں دلایا جاتا میں عدالت کے سامنے ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ اگر وہ ناجائز مقدمہ دائر کرتا ہی تو اُسکو خرچہ نہیں دلایا جاتا۔ خواہ یہ غلطی جزوی ہو یا کلّی۔ یہی عام قاعدہ ہی۔ جو انگلستان کے لئے مخصوص ہی نیوزیلینڈ کے اٹارنی جنرل کے نسبت پریوی کونسل نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس سے خرچہ دلایا جاسکتا ہی (نیوزیلینڈ میں) اُس کی وہی حیثیت ہی جیسی انگلینڈ میں اٹارنی جنرل کی ہوتی ہی میں یہ عرض کرونگا کہ ہندوستان میں اڈوکیٹ جنرل کی وہی پوزیشن ہی جو انگلستان میں اٹارنی جنرل کی ہی جس مقدمہ میں اٹارنی جنرل کو خرچہ ادا کرنا پڑا تھا وہ مقدمہ اپیل صفحہ ۳۹۲ بابتہ ۱۹۱۷ء ہی۔

جسٹس مارٹن - مقدمہ کا نام کیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی - میں نے عدالت سے بتلا دیا کہ مقدمہ کیا ہے اُس مقدمہ کا نام اٹارنی جنرل بنام بروؔن ہے۔ وہ بھی خیرات کے متعلق تھا صفحہ ۳۹۸ پر بھی مذکور ہے (اصل عبارت پڑھتا ہے) جہاں تک خرچہ کا تعلق ہے وہاں تک انگلینڈ اور نیوزیلینڈ کے اٹارنی جنرلوں کی یکساں پوزیشن نہیں ہے اسکے بعد دو مقدمے اور ہیں جس میں اُنہیں خرچہ ادا کرنا پڑا تھا۔ اول ۱۲ ایمبئی لارپورٹ ۲۹۶ ہے جو خیرات کے متعلق نہیں تھا۔ یہ مقدمہ ایڈوکیٹ جنرل نے فتنہ و فساد کو کم کرنے کی غرض سے دائر کیا تھا جسٹس بیومن نے اُس کو حکم دیا کہ وہ خرچہ ادا کرے کیونکہ نالش ناجائز تھی۔ یہ صفحہ ۲۷۴ پر مرقوم ہے۔ میں مضمون صفحہ ۲۹۶ کو پڑھنا چاہتا ہوں صفحہ ۲۹۷ میں جج نے یہ رائے قائم کی ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن - یہ ایک طولانی فیصلہ ہے میں اسے پورا دیکھنا نہیں چاہتا۔

مسٹر انویرارٹی - میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کو پڑھوں۔ اِس میں یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کے وہی اختیارات ہیں جو انگلستان میں اٹارنی جنرل کے ہیں۔

جسٹس مارٹن - صفحہ ۳۱۶ پر خرچہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ نالش معہ خرچہ کے خارج کی گئی۔

ایڈوکیٹ جنرل - ہاں وہ متعلقین کے ایما سے مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی - وہ مقدمہ متعلقین نے دائر نہیں کیا۔

ایڈوکیٹ جنرل - میرا خیال ہے کہ مقدمہ متعلقین نے دائر کیا تھا۔ میں ابتدائی عرضی دعویٰ کو تلاش کروں گا۔

مسٹر انویرارٹی - میرا خیال ہے کہ متعلقین نے مقدمہ کو نہیں چلایا تھا - خواہ کچھ ہو - لیکن ایڈوکیٹ جنرل سے خرچہ دلایا گیا - جناب والا عرضی دعویٰ کو ملاحظہ کریں - ایڈوکیٹ جنرل کو یہ جاننا چاہئے تھا کہ مقدمہ متعلقین نے دائر کیا تھا یا نہیں -

ایڈوکیٹ جنرل - میں جانتا ہوں کہ وہ کون تھے -

مسٹر انویرارٹی - ایڈوکیٹ جنرل سے خرچہ دلایا گیا تھا دوسرا مقدمہ جسٹس میکلاؤڈ کے روبرو پیش ہوا تھا - اُسکا فیصلہ عدالت ہذا کے سامنے بھی پیش کیا گیا تھا -

جسٹس مارٹن - مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل نے یا تو افتتاح مقدمہ میں یا اُس سے کچھ دنوں بعد یہ یقیناً کہا ہے کہ کسی مقدمہ میں ایڈوکیٹ سے خرچہ دلایا گیا - میں سمجھتا ہوں کہ اُس وقت مسٹر جارڈن ایڈوکیٹ جنرل تھے -

مسٹر انویرارٹی - میں عدالت کے نوٹوں پر ایک یادداشت پاتا ہوں - اسکے علاوہ ایک تیسرا مقدمہ بھی ہے وہ جسٹس داور کے روبرو پیش ہوا تھا - انہوں نے ایڈوکیٹ جنرل مسٹر ایکس کو خرچہ ادا کرنے کا حکم دیا - میں عدالت میں اسکا حوالہ پیش نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے اسکا ذاتی علم نہیں ہے -

جسٹس مارٹن - یہ عام رواج ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل تمام خیراتی مقدمات میں اپنے مشیرانِ قانونی یا متعلقین سے اُس تمام خرچہ کی ذمہ داری لیتا ہے جو اُسکو بحیثیت مدعی ادا کرنا پڑتا ہے یا جو مدعا علیہ کو اُس سے دلایا جاتا ہے -

ایڈوکیٹ جنرل - مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اپنے مشیرانِ قانونی سے وعدہ لے لیا ہے کہ جو خرچہ

مجھ سے دلایا جائے تو میں اُس کی فکر نہ کروں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی قاعدہ نہیں رہا ہو کہ اُس سے خرچہ دلایا جائے

ایڈوکیٹ جنرل۔ اگر میرا خیال دُرست ہو تو گویا میں پہلا شخص ہوں جس کو اس صورت

میں خطوط موصول ہوئے ہیں۔ یہ میرا خیال ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہو کہ میرے قابل دوست غالباً پہلے ہی شخص ہیں جنہوں نے

بغیر متعلقین کے محض اپنے نام سے مقدمہ دائر کیا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے معزز دوست

ایڈوکیٹ جنرل نے ایک طریقۂ عمل اختیار کیا ہو اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایڈوکیٹ جنرل کے

اختیار میں ہو کہ وہ بغیر متعلقین اپنے عہدہ کی حیثیت سے مقدمہ دائر کرے۔ میں اپنا خیال ۱۸۵۹ء

کے ضابطہ دیوانی تک لیجاتا ہوں اور مجھے آج تک کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جہاں ایڈوکیٹ

جنرل نے بغیر متعلقین کے نالش دائر کی ہو آغاخاں کے مقدمہ میں تشریح ہو کہ فلاں فلاں متعلقین ہیں

جسٹس مارٹن۔ میں اپنے حافظہ سے کہتا ہوں کہ انگلستان میں اٹارنی جنرل بغیر متعلقین

کے مقدمہ دائر کرتا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن اُسکو ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

جسٹس مارٹن۔ ایک مثال ہاسپٹل کیس میں ملتی ہو۔ درحقیقت اُس میں مخالفانہ کارروائی

بھی مخلوط تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۵۹ جارج ثالث کو پاس ہوئے تقریباً سو برس گذرے۔

جسٹس مارٹن۔ ۱۹۰۱ء اول چینسری صفحہ ۲۰۳۔ اِس مقدمہ میں یہ درخواست کی گئی کہ

وصیت نامہ لکھا جائے۔ لیکن اُس میں پس پردہ ایک دوسری بات تھی کیونکہ اٹارنی جنرل کا کہنا تھا کہ ہاسپٹل کی انتظامیہ کمیٹی نے آمدنی کا بیجا مصرف کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر عدالت کوئی ایسی نظیر چاہتی ہو جو اٹارنی جنرل کے خرچہ کے متعلق ہو تو میں دو نظیریں پیش کرتا ہوں۔ عدالت کو اُن سے معلوم ہو جائیگا کہ خیراتی مقدمہ میں اُسکو کبھی خرچہ ادا نہیں کرنا پڑتا نہ اُسے اُس وقت خرچہ دیا جاتا ہو جبکہ وہ معمولی مدعی کی حیثیت سے دعویدار ہوتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ آپ دو بہترین مقدمات کی نظیریں پیش کر سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۲ میکڈونل بنام گارڈن صفحہ ۲۴۷۔ خرچہ کے بارے میں صفحہ ۲۰۳ پر ذکر ہو اسمیں بجنسہ ایسا ہی ہو جیسا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔ ہاؤس آف لارڈ مقدمات صفحہ ۱۰۴۔ میونسپل لنڈن بنام اٹارنی جنرل صفحہ ۱۰۴ پر خرچہ کے متعلق یہ فقرہ آیا ہو۔ یہ بہت چھوٹا جملہ ہو لارڈ چیفسر لکھتے ہیں (پڑھتا ہو) یہ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام آشبرن ہو اس میں اس کا فیصلہ ہوا تھا کہ جس وقت اٹارنی جنرل منجانب تاج مقدمہ چلائے تو اُسکو خرچہ دلایا جاتا ہو چیفسری نے ان دو مقدموں میں فرق کیا ہو اول وہ جو خیرات کے متعلق ہوں دوسرے وہ جو منجانب تاج دائر ہوے ہوں۔ یہ مقدمہ منجانب تاج تھا اسلئے کوئی خرچہ نہیں دیا جا سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ تاج کے متعلق یہ قاعدہ آٹھ سال ہوے رد کر دیا گیا ہو

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مقدمہ مجھے یاد ہو۔ وکٹوریہ باب ۱۸-۱۹ اس کے رو سے تاج کو اختیار دیا گیا ہو کہ مقدمات اراضی اور تنازعہ فیہ میں خرچہ ادا کرے اسکا منشا ہو کہ یہ قاعدہ

خاص خاص مقدمات پر جنکا ذکر ایکٹ میں موجود ہو عائد ہوتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ اس میں سے بہت سی باتیں نکال دی گئی ہیں۔

مسٹر اوبیرارٹی۔ یہ عام قاعدہ ہی کہ تاج نہ تو کبھی خرچہ ادا کرتا ہی اور نہ اُسے خرچہ دلایا جاتا ہی۔ شرط یہ ہی کہ اُن مقدمات میں جو اس ایکٹ کے تحت میں آتے ہیں ایسا ہی ہوا کرتا ہی۔ ملاحظہ ہو ۱۸۹۹ مقدمہ اپیل صفحہ ۳۲۵ پر دار الامرا (ہاوس آف لارڈس) کا فیصلہ موجود ہی اسمیں لکھا ہی کہ کوئی ایسا قاعدہ نہیں ہی کہ خرچہ ہر مقدمہ میں دلایا جائے۔ یہ مقدمہ بنام اٹارنی جنرل ہی جو نہایت اہم ہی

جسٹس مارٹن۔ بہت ہی اہم ہی

مسٹر اوبیرارٹی۔ (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ جسٹس رومر نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

مسٹر اوبیرارٹی۔ یہ بہت مشہور اور اہم مقدمہ ہی۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں بہت مشہور اور اہم ۲½ بجے ہیں

جسٹس مارٹن۔ لیکن اسکا مقدمہ ہذا سے کوئی تعلق نہیں ہی

مسٹر اوبیرارٹی۔ اگر عدالت کہتی ہی کہ اُنکا کوئی تعلق نہیں ہی تو میں خاموشی اختیار کرونگا

جسٹس مارٹن۔ یہ اُس حد تک غیر متعلق ہی جہاں تک آپ نے اِس وقت تک بحث کی ہی۔ میں اس منزل میں یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ مقدمہ کی پھر ابتدا ہو۔ میں ایک نوٹ لکھے لیتا ہوں کہ فریقین کو پیروی مقدمہ میں ترمیم کرنا ہی۔ میں فریقین کو آزادی دیتا ہوں کہ وہ ایک حد تک اپنے پیروی مقدمہ میں ترمیم کرلیں تاکہ اُنکا تعلق اُن تنقیحات سے ہو جائے جو

مقدمہ ہذا میں قائم کی گئی ہیں یا اُن شہادتوں سے جو اسمیں گذری ہیں۔

ایڈووکیٹ جنرل۔ میں امید کرتا ہوں کہ عدالت پیروی مقدمہ میں ترمیم کا حکم نہیں دیگی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر کوئی چاہتا ہو تو میں اسکا موقع دیتا ہوں۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ اگر ہم موقع سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہمیں مختلف امور کے متعلق بحث کرنے کا حق نہ رہیگا۔ ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ عرضی دعوی واقعات کے جزوی علم پر پیش کیا گیا تھا۔ بعدازاں بیانات تحریری پیش ہوئے۔ بعدہ کاغذات کے ملاحظہ کی اجازت ہوئی۔ آخر میں یہ پتہ لگا کہ یہ چاروں جائدادیں معہ پانچویں جائداد کے جو گذشتہ سال حاصل کی گئی ہو زرغلہ سے خریدی گئی ہیں۔ یہ ایک معمولی بات تھی اور مقدمہ اسی ڈھنگ پر چلتا رہا اور اُسپر مختلف پہلوؤں سے بحث ہوتی رہی۔ سب سے پہلے یہ کہ املاک بایں سبب خیراتی نہیں ہیں کہ وہ غلہ فنڈ سے خریدی گئی ہیں۔ یا اُن کو اُن اشخاص نے خریدا ہے جو ٹرسٹی۔ منیجر یا منتظم ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اسپر قائم نہیں رہنا چاہتا کہ چاروں جائدادیں مسجد کی ملکیت ہیں۔ میں بخوشی اس امر کو ماننے کے لئے تیار ہوں کہ وہ زرغلہ سے خریدی گئی ہیں۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ وہ زرغلہ سے خریدی گئی تھیں یہ پہلا پائنٹ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہمیں معلوم ہو کہ گذشتہ تین مہینے میں ایسی کسی بات کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہاں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ عرضی دعوی نامناسب تھا میں

ایڈووکیٹ جنرل پر کسی قسم کی چوٹ نہیں کر رہا ہوں جو کچھ میں نے کہا اُسکا یہ منشاء نہیں ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کے خلاف کوئی بات کہی جائے بلکہ میرا یہ کہنا ہے کہ متعلقین نے انہیں انتہائی درجہ غلط راستہ پر چلایا اُنکو بیشتر پوری واقفیت حاصل کرنا ضروری تھا۔ ہمارا عذر یہ ہے کہ یہ مقدمہ بغیر پوری پوری اطلاع کے چلایا گیا ہے متعلقین نے جوش انتقام میں ایڈووکیٹ جنرل کو صحیح صحیح خبریں نہیں دی تھیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ پیروی مقدمہ میں شامل نہیں ہے۔

مسٹر الویرارٹ۔ میرا خیال ہے کہ پیروی مقدمہ میں ترمیم ہونا چاہیئے۔

جسٹس مارٹن۔ میرا ابھی یہی خیال ہے کہ یہ پیروی مقدمہ میں نہیں ہے۔ اسپر کوئی تنقیح قائم نہیں کی گئی۔

مسٹر الویرارٹ۔ اٹارنی جنرل کے متعلق میں عدالت کے سامنے ایک نظیر پیش کرنیوالا ہوں اسمیں جب عدالت کو معلوم ہوا کہ اطلاع محض انتقام کی غرض سے دی گئی تھی تو عدالت نے مقدمہ کو معہ خرچہ خارج کر دیا۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کی دلیل گویا یہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل پر قواعد اور بنا دعوی کی پابندی لازمی ہے۔ اگر اُنپر یہ امر لازمی ہے تو آپ کے موکل نے اپنے بیان تحریری میں آدم جی پیر بھائی کے فرزندان کا نام نہیں درج کیا اور نہ اُسپر کوئی تنقیح قائم کی گئی۔

مسٹر الویرارٹ۔ اگر مقدمہ محض اسلئے تیار کیا گیا ہے کہ عدالت کو دخل اندازی کا موقع ملے تو یہ بات مقدمہ کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن مدعا علیہم کو کوئی امر مانع نہیں ہے

کہ وہ عدالت سے شہادت کی چھان بین کے لئے ملتجی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ مقدمہ ہذا انتقام کی نیت سے چلایا گیا ہے اور میں اسی پر زور دیتا ہوں یہ امر بھی اہم ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کو کافی معلومات بہم پہونچانا چاہئے تھا۔ اسکا حوالہ ماسٹر آف رول نے اٹارنی جنرل بنام ڈریپر دیا ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ حوالہ کیا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ ۳ بیو صفحہ ۳۰۵ جس مضمون کا میں حوالہ دیتا ہوں وہ صفحہ ۳۰۶ پر مرقوم ہے (پڑھتا ہے) میرا دعویٰ ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کے لئے یہ نہایت اہم بات ہے کہ اُسے خیرات کے متعلق مقدمہ چلاتے وقت خیرات کی نوعیت سے کامل واقفیت ہونی چاہئے۔

جسٹس مارٹن۔ میں اس صورت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن ایڈوکیٹ جنرل کیا کر سکتے تھے وہ غلہ اور مسجد کے منتظمین کے پاس نہیں گئے۔ البتہ ملا صاحب کو انہوں نے تحریر بھیجی مگر انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ باستثنائے اس امر کے کہ مسٹر اکورتھ بعد میں ایڈوکیٹ جنرل کے پاس گئے اور کہا کہ یہ حساب ہے۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اراضی بدری محل کی اصلی پوزیشن اُسوقت تک نہیں تبلائی گئی جب تک حساب نہیں دکھلایا گیا۔ مجھے کامل اتفاق ہے کہ ایڈوکیٹ جنرل کو کافی معلومات بہم پہونچانا چاہئے۔ لیکن وہ کیا کر سکتے تھے جبکہ منتظمین اطلاع دہی سے انکار کردیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ پوائنٹ پیش کرنے والا تھا کہ ایڈوکیٹ جنرل تو مسٹر اکورتھ پوری اطلاع دینا چاہتے تھے اور حساب بھی دکھلا رہے تھے۔ گو وہ متعلقین اور اُنکے مشیران قانونی

کو حساب دکھلانے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ جولائی ۱۹۱۶ء کے آخری حصہ میں ایسا کرنے کیلئے تیار تھے لیکن اڈوکیٹ جنرل نے جواب دیا کہ اُنکے پاس حساب وغیرہ دیکھنے کے لئے آدمی نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو حساب مسٹر مردان جی نے تیار کیا تھا وہ اڈوکیٹ جنرل کے سامنے رکھا گیا۔ عدالت جانتی ہے کہ مثل میں دو کاغذ وجہ ثبوت نمبر ۱۵۵-۱۵۶ شامل ہیں جس میں غلہ کے متعلق پوری معلومات ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ وہ اڈوکیٹ جنرل کو کبھی نہیں دئے گئے۔

مسٹر انوریرارٹی۔ وہ جولائی میں تیار تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ قبول کرتے تو انہیں کامل اطلاع دینے کی خواہش کی گئی تھی۔ اُسوقت وہ کاغذات اُنہیں دیدئے جاتے۔

اڈوکیٹ جنرل۔ مدعاعلیہم نے کاغذات دکھلانے کی خواہش کی تھی۔

مسٹر انوریرارٹی۔ کاغذات وجہ ثبوت نمبر ۱۵۵-۱۵۶ تمام ممکن ضروری معلومات سے مملو ہیں میں عنقریب ان پر بحث کرنے والا ہوں۔ اِس سے واضح ہے کہ چاند بھائی کے غلہ کا مصرف گذشتہ بیس سال میں جب سے وہ مدعاعلیہم نمبر ۱ و ۲ کے زیر انتظام ہے کس طرح ہوتا رہا ہے۔ اور یہ کامل حساب ہے جب ہم کوئی بات پوشیدہ رکھنے کے متمنّی نہیں تھے تو اڈوکیٹ جنرل کو کافی موقع تھا کہ وہ کافی واقفیت بہم پہونچا لیتے۔ جس وقت میں مقدمہ کے اس حصہ پر بحث کرونگا اُسوقت عدالت کو معلوم ہو جائیگا کہ زر غلہ نہ بدری محل کی خریداری میں صرف ہوا اور نہ ابتدائی املاک کے حاصل کرنے میں۔

جسٹس مارٹن۔ بدری محل کے متعلق ہی صرف ہوا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ عدالت پیشتر میری بحث سنیگی جس وقت میں حساب پر بحث کرونگا تو اُسوقت میں یہ ثابت کردونگا کہ یہ روپیہ قرضہ دعوت کی ادائیگی میں صرف ہوا ملّا صاحب فرماتے ہیں کہ "زر غلہ زر دعوت کا جزہے"

جسٹس مارٹن۔ دعوت کا قرضہ جو بدری محل کے متعلق تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ بیشک۔

جسٹس مارٹن۔ وہ روپیہ بدری محل کی خریداری کے قرض کی ادائیگی میں صرف کیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ قیمت بہت پیشتر ادا ہو چکی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ بیشک لیکن وہ اب بھی مقروض تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن بائع کا مقروض نہ تھا۔

جسٹس مارٹن۔ کسی دوسرے کا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ کج بحثی یا مغالطہ نہیں ہے ہم پر ٹرسٹ کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہے مگر ہمارا کہنا ہے کہ وہ خیراتی جائداد نہیں ہے بلاشک ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم یہاں ظاہر کردیں (عدالت ہمارے خلاف فیصلہ کر سکتی ہے) کہ ہمارے نقطۂ نظر سے قطعاً وہ ملکیت غلہ نہیں ہے اگر ہم فرض کرلیں کہ غلہ خیراتی ملکیت ہے تب بھی وہ دعوت کی ملکیت ہے اور ایسی حالت میں یہ روپیہ دعوت کے قرضہ کی ادائیگی میں صرف کیا گیا۔ اگر آپ یہ رائے قائم کریں کہ غلہ ایک علٰحدہ خیرات ہے تو اُسوقت یہ روپیہ معہ سود کے ادا کرنا چاہئے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کی کیا یہ دلیل ہے کہ غلہ فنڈ دعوت سے علٰحدہ خیرات ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ دعوت کا ایک جز ہے اور ہرگز خیراتی نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ نے ابھی کہا کہ غلّہ کا سرمایہ دعوت سے علیحدہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں میں نے یہ کہا کہ اگر عدالت اس بات کو تسلیم کرے کہ غلّہ دعوت اور خیراتی فنڈ سے علیحدہ ہے۔ اُس وقت صحیح اور مناسب دادرسی یہ ہو سکتی ہے کہ عدالت دعوت کو یہ حکم دے کہ دعوت رقم مذکور کو معہ سود واپس کر دے۔ اور صرف یہی ایک ٹرسٹ کی خلاف ورزی ہے جس کا ہم نے انکار کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ عدالت مجھے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے سے نہ روکے گی۔ میں اس معاملہ کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں لیکن فی الحال میں اس حصّہ تک نہیں آیا ہوں۔ جس وقت وہاں تک پہونچوں گا۔ میں اس امر پر بحث کرونگا کہ غلّہ دعوت کا جز ہے اور یہی ہمارا عذر ہے۔ یہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ اسکے خلاف فیصلہ صادر کرے۔ فرض کیجئے کہ ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ نہ رقوم اراضی کی خریداری میں صرف ہوئیں اور نہ عمارت کی تعمیر میں (جو عرصہ ہوا ادا کر دی گئی تھیں)۔ بلکہ وہ دعوت کو قرضہ سے سبکدوش کرنے میں خرچ کی گئیں۔ عدالت کو معلوم ہے کہ اگر عیسیٰ بھائی معلّی بھائی دیوالیہ نہ ہو جاتے تو دعوت ہرگز مقروض نہ ہوتی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر دعوت خود خیراتی فنڈ ہو تو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا کہنا ہے کہ دعوت خیراتی فنڈ نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے عدالت اس معاملہ میں آپ کے خلاف ہے تو بہر حال اگر غلّہ خیراتی فنڈ ہے تو ایک لاکھ چالیس ہزار (۱۴۰۰۰۰) روپیہ کی رقم جو بدری محل کے خرچ میں آئی غلّہ فنڈ کو واپس ملنا چاہئے۔ اسکے بعد یہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ آیا ایک لاکھ چالیس ہزار

روپیہ کی رقم ادا کیجا سکتی ہے یا ایڈوکیٹ جنرل عمارت بدری محل سے حسب تناسب حصہ پانے کے مستحق ہیں چونکہ اب عمارت کی قیمت بڑھ گئی ہے اسلئے ایڈوکیٹ جنرل کو استحقاق حاصل ہے کہ اُسکے حسب تناسب حصہ پانے کے مدعی ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر عدالت یہ رائے قائم کرتی ہے کہ غلہ خیراتی ہے تو مجھے تسلیم ہے کہ دعوت کو دی رقم معہ سود کے واپس کرنا پڑے گی لیکن میری دلیل یہ ہے کہ بدری محل دعوت کی ملکیت ہے جو روپیہ لیا گیا اُسکا ادا کرنا لازمی ہے مگر ہمیں انکار ہے کہ وہ خیرات ہے۔ بیشک میرا یہی پائنٹ ہے کہ بدری محل دعوت کی ملکیت ہے اگر عدالت یہ رائے قائم کرے کہ غلہ فنڈ ایک علحدہ خیرات ہے تو میں اُسوقت یہ بحث نہیں کر رہا ہوں۔ لیکن عدالت خود سمجھ سکتی ہے کہ فرق کیا ہے اور کیا ہم ٹرسٹ کی خلاف ورزی کرنے کے مجرم ہیں؟ اگر وہ دعوت کی ملکیت ہے تو ہمیں ادا کرنا ہے۔ یہاں ٹرسٹ کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہے۔ ہم پر ٹرسٹ کی خلاف ورزی کا جرم عائد کیا جاتا ہے اور یہ کہ وہ خیرات کی ملکیت ہے لیکن میں تبلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا انکار بالکل صحیح اور درست ہے یہ کچھ کجی یا مغالطہ نہیں ہے۔ یہی ہماری بحث ہے۔

دوسرا مسئلہ قابل غور یہ ہے کہ داؤدی بوہروں کے اصول کیا ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ عدالت اس امر کو طے کرے کہ آیا یہ اصول صحیح ہیں یا نہیں۔ پائنٹ یہ ہے آیا داؤدی بوہرہ ان اصولوں پر اعتقاد رکھتے ہیں یا نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اچھا ہمیں اس معاملہ کو کچھ پہلے سے لینا چاہئے۔ آپ کے نزدیک یہ مقدمہ کس قانون کے تحت میں آتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے۔ عدالت پابند ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کس قانون کے مطابق اس مقدمہ کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں کہتا ہوں کہ عدالت ہر اُس مذہبی اصول کو اُس حد تک تسلیم کرے جہاں تک کہ وہ خلاف قانون نہ ہو۔ میں دار الامرا کے فیصلہ پر اعتماد کرتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین قانونی شرائط کے نسبت دریافت کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ دفعہ کا حوالہ دیں۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہ دو فریقوں میں معاہدہ کا مقدمہ نہیں ہے۔ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون سے قانون کے رو سے فیصلہ کروں۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت کو قانون محمدی کے رو سے فیصلہ کرنا چاہئے۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں نہیں۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ بمبئی کے مقامات جو مسلمانوں کے مابین معاہدہ کے متعلق ہوتے ہیں قانون اسلام کے رو سے فیصل ہوتے ہیں۔ لیکن اسکا ماخذ کیا ہے؟

مسٹر انویرارٹی۔ یہ چارٹر (فرمان) سے حاصل ہوتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اُس کا حوالہ دیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت کے لئے سپریم کورٹ چارٹر کافی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ گورنمنٹ انڈیا ایکٹ دفعہ ۱۱۲ مصدرہ ۱۹۱۵ء کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ عدالت کے واسطے مجموعہ ضابطہ موجود ہے صفحہ ۱۰۱۰ ملاحظہ ہو۔ وہی موجود

سپریم کورٹ چارٹر ہے فقرہ ۲۹۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ طیب جی کے اسلامی قانون میں عدالت کو مل سکتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فقرہ ۱۲۹ اور دفعہ ۱۱۲ ایک ہی ہیں۔ میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں

کہ یہ دفعہ اس مقام پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ مقدمہ ہذا نہ تو وراثت یا جانشینی کا ہے اور نہ کوئی

معاہدہ ہے جو فریقین کے درمیان ہوا ہو مجھے اسلامی قانون سے کام لینا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم یہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ بوہروں کا میثاق خدا اور محمد (صلعم) اور انکے

معتقدین کے درمیان عہد ہے۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آیا یہ زیر دفعہ ۱۱۰ ہے یا نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میری غرض یہ ہے کہ دفعہ ۱۱۰ عائد ہوتی ہے اگرچہ اسکا عائد ہونا یا نہونا کوئی

اہمیت نہیں رکھتا۔ عدالت کو داؤدی بوہروں کے عقائد کے موافق فیصلہ کرنا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ گویا آپ کی دلیل یہ ہے کہ یہ دفعہ ۱۱۲ کے تحت میں آتی ہے کیونکہ معاہدہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میثاق

جسٹس مارٹن۔ مجھے مقدمہ کو فیصل کرنا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارے اور ایڈوکیٹ جنرل کے درمیان کوئی عہدنامہ نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا براہ مہربانی آپ دفعہ ۱۱۲ کے الفاظ کا لحاظ رکھیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں بادی النظر میں یہ کہونگا کہ یہ ہمارے اور ایڈوکیٹ جنرل کے مابین

کوئی معاہدہ کا معاملہ نہیں ہے۔ اِس مقدمہ کا دار ومدار رواج پر ہے۔ مدعا علیہم کا معاملہ اسی کے تحت میں آتا ہے یہ دوسری صورت ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ ذرا میری بات پر غور کرو۔ یہ صرف ایسے معاملات پر عائد ہوتا ہے جہاں زمین کا جھگڑا ہو یا جانشینی کا سوال۔ یا جہاں دو فریقوں میں معاہدہ کا معاملہ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں عرض کرونگا کہ اِس سے ذاتی قانون اور رسومات کے رو سے فیصلہ کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں جب معاملہ۔ وراثت۔ جانشینی اور معاہدہ مابین فریقین ہو اسوقت

مسٹر انویرارٹی۔ اگر یہ اُس کی تعریف ہو اُس وقت میں غلطی پر ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ آپ براہ مہربانی تبلائینگے کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو یہ دفعہ عائد نہیں ہوتی۔

جسٹس مارٹن۔ یہ الفاظ ملاحظہ کیجیے "عدالت عالیہ بمبئی اپنے اختیار سماعت کے اندر (پڑھتا ہے) بعض معاملات میں جبکہ فریقین ایک ہی قانون کے محکوم ہیں اُسوقت پہلے معاملات وراثت۔ جانشینی اور معاہدات کو لینا چاہیے اور اس لفظ کا استعمال ہونا چاہیے"

مسٹر انویرارٹی۔ شاید میری دلیل غلط ہے۔ عدالت نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ میری دلیل کیا ہے اسکے بعد عدالت کو عام عقل اور ضمیر کے رو سے اِس کا فیصلہ کرنا ہوگا۔

جسٹس مارٹن۔ اگر کوئی صریح قانون نہ ملے تو آپ کون سا قانون لگائیں گے آپ فیصلہ اپنی عقل اور ضمیر سے کرینگے۔ ایسا کرتے وقت رہنمائی کے لیے دوسرے صوبجات کے

قوانین کو دیکھنا پڑے گا جہاں اسکے متعلق قانون موجود ہو خواہ وہ ہندو قانون ہو یا اسلامی۔

مسٹر الویرارٹی۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہاں کوئی قانون عائد ہو سکے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ پیراگراف ۸ کو پڑھیں گے۔

مسٹر الویرارٹی۔ میرے کہنے کا یہ مقصد ہو کہ جب تک کوئی مذہبی عقیدہ خلاف قانون نہو قانون اُسکو تسلیم کرتا ہو اور اُس کی پابندی کرتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ یہ صورت کیا ہو۔

مسٹر الویرارٹی۔ میں ایک مقدمہ بطور تمثیل پیش کرتا ہوں یہ اسکاٹلینڈ کے کلیسا کے متعلق ہو۔ ملاحظہ ہو ہالسبری سماس۔

جسٹس مارٹن۔ حوالہ دیجیے۔

مسٹر الویرارٹی۔ مقدمات اپیل بابتہ سنہ ۱۹ء فقرہ صفحہ ۶۱۲ پر ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا عنوانی نوٹ کا حوالہ دینگے۔

مسٹر الویرارٹی۔ مقدمہ صفحہ ۵۰۵ سے شروع ہوتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ جس وقت مقدمہ کا حوالہ دیا جاتا ہو اُسوقت میں محض عنوان پر اکتفا کرتا ہوں۔ شاید آپ کو اس میں کچھ اعتراض نہو گا۔

مسٹر الویرارٹی۔ یہ بہت طولانی فیصلہ ہو۔

جسٹس مارٹن۔ یہ کس کا فیصلہ ہو۔

مسٹر الویرارٹی۔ لارڈ ہالسبری کا

جسٹس مارٹن- کیا انہوں نے اختلافی فیصلہ لکھا تھا۔

مسٹر الوبیرا رئی- نہیں (صفحہ ۲۱۶ کے نیچے کا حصہ پڑھتا ہی)

مسٹر الوبیرا رئی- میرا خیال ہی کہ جس امر کا حوالہ آپ چاہتے تھے اسمیں موجود ہی اور یہ اصل مسئلہ کو حل کر دیتا ہی- یہ مسئلہ ایک خاص فرقہ کے متعلق ہی اور جب تک وہ خلاف قانون نہو عدالت کو اُس کی صحت یا عدم صحت سے کوئی غرض نہیں ہی۔ پس عدالت کو اس امر کی تحقیقات کرنا ہی کہ داؤدی بوہروں کے عقائد کیا ہیں- میں عرض کروں گا کہ تاوقتیکہ وہ خلاف قانون نہوں عدالت کو اسی پر کاربند ہونا چاہئے- اس بحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت کو اس امر کی تفتیش کرنی چاہئے کہ یہ عقائد کیا ہیں- اسکے بعد یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ جزو مذہب ثابت ہوئے ہیں یا نہیں اور اگر ہوئے ہیں تو وہ عدالت کی نظر میں خلاف قانون تو نہیں ہیں میری گذارش ہی کہ تحقیقات کو مسجد- مقبرہ اور زرغلہ تک محدود رکھنا چاہئے- ایڈوکیٹ جنرل نے دو معاملات اور پیش کئے ہیں- اُنہوں نے بوہروں کی ذاتی ملکیت اور خصوصی ٹرسٹ کا معاملہ پیش کر دیا ہی- دونوں معاملے ایسے ہیں جو مقدمہ ہٰذا سے غیر متعلق ہیں- اسلئے عدالت کو ان سب کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے- مقدمہ اصل میں مسجد- مقبرہ اور زرغلہ کے متعلق ہی

جسٹس مارٹن- آپ کے موکل کے پیشتر وکیل نے اسکو خود پیش کیا تھا کہ تمام انسٹی ٹیوشنس- ہاسپٹل اور ہر ایک شئے تمام و کمال ملا صاحب کے تحت میں ہیں۔

مسٹر الوبیرا رئی- میرا کہنا ہی کہ ان سب کی مقدمہ ہٰذا میں تحقیقات نہیں ہونی چاہئے۔

جسٹس مارٹن- آپ کہتے ہیں کہ ایڈوکیٹ جنرل نے اِنکو پیش کیا- لیکن آپ کے موکل

خود اسکو زیر بحث لائے اور انہیں کی جانب سے اسکا آغاز ہوا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے ملا صاحب کی گواہی پوری طور سے پڑھی بلکہ باستثنائے آخری چند یوم میں نے تمام شہادتیں پڑھی ہیں۔ عدالت دیکھے گی کہ اسکو ایڈوکیٹ جنرل نے پیش کیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ نوٹ کے صفحہ ۲ کو دیکھئے (پڑھتا ہی)

مسٹر انویرارٹی۔ اس میں ذاتی ملکیت اور خصوصی ٹرسٹ شامل نہیں ہی۔

جسٹس مارٹن۔ آپ خصوصی ٹرسٹ کو یہاں نہیں لاسکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میری عرض ہی کہ چند واقعات ایسے ہیں جنکو ایڈوکیٹ جنرل نے پیش کیا ہی اور میری دلیل کا حصر اسی پر ہی۔ اگر میں غلطی کر رہا ہوں تب بھی یہ معاملات غیر متعلق ہونگے مسجد، غلہ اور زرِ غلہ کے فیصلہ کے ساتھ ان امور کا فیصلہ ہونا ضروری نہیں ہی۔ میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہدیا ہی۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں شہادت کے معنی درست ہیں صرف اتنا کہنا کافی ہی کہ ہماری جانب سے اصلی شہادت اِن امور پر پیش نہیں ہوئی۔ یہ معاملہ عدالت کی رائے پر منحصر ہی۔

جسٹس مارٹن۔ آپ قضیہ پیش کرتے ہیں۔ اور آپ کے ایک گواہ کے اظہار ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں مالکِ مطلق ہوں پھر بھی اُس کی جانچ پڑتال نہ کیجائے

مسٹر انویرارٹی۔ میں عنقریب بحث کرنے والا ہوں کہ اِس کے کیا معنی ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ آپ خود قضیہ پیش کرتے ہیں تو آپ کے گواہ کی جانچ پڑتال کیوں نہ کیجائے

مسٹر انویرارٹی۔ اب سوال یہ ہے کہ مالک مطلق کے کیا معنی ہیں؟ یہ لفظ کس معنی میں مستعمل ہوتا ہے؟ آپ ساری شہادت پڑھ جایئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اِس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ داؤدی بوہروں کی جائداد کا مصرف جسطرح چاہیں کریں۔ اصولاً وہ ہر طرح کا حکم دے سکتے ہیں۔ لیکن اُن کے لئے مذہبی قیود بھی ہیں۔ یعنی ملا صاحب دعوت کی جائداد کو دعوت ہی کے اغراض و مقاصد میں لگا سکتے ہیں اور یہی ملا صاحب کے اظہار ہیں۔ دو ایک فقرے اِدھر اُدھر سے ایسے نکالے جا سکتے ہیں لیکن جب اِنکو پوری گواہی کے ساتھ پڑھیں تو اِنکے ہرگز یہ معنی نہیں ہوتے جو عام طور پر آپ لیتے ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحقیقات صرف مسجد۔ مقبرہ اور زرِ غلّہ تک محدود رہے۔ عدالت کہتی ہے کہ میں غلطی پر ہوں لیکن میں عدالت کو بتلانا چاہتا ہوں کہ یہ میری بحث ہے۔

اِس کے بعد تقیہ کا مسئلہ ہے۔ جو سوال عدالت نے پیش کیا ہے میں اُس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ عدالت کو یہ خیال ہے کہ تقیہ صرف سُنّیوں سے کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اِس کے معنی محض اپنے مذہبی خیالات کے اخفا تک محدود ہیں۔ عدالت مقدمہ آغا خاں ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ میں اِسکے متعلق دیکھ سکتی ہے۔ اِسکے معنی یہ ہیں کہ اگر اپنے مذہبی عقائد کے ظاہر کرنے میں ایذا رسانی کا اندیشہ ہو تو اُن عقائد کو پوشیدہ رکھو۔ میرے پاس ایک چھوٹی کتاب ہے جس کا نام تواریخ آغا خاں ہے۔ اُس میں تقیہ کا بیان اِس طرح مسطور ہے۔ میں نے اصلی فقرے اور الفاظ نقل کر لئے ہیں جو یہ ہیں

جسٹس مارٹن۔ میں آغا خاں کے مقدمہ کی سماعت نہیں کر رہا ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت اِس کو یہ خیال کرے کہ یہ میری طرف سے تقیہ کی تعریف ہے

(پڑھتا ہے)

"ہمارا دعویٰ ہے کہ داؤدی بوہرہ مذہب کا وجود ابتدائے عالم سے ہے۔ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق اسلام کی ابتدا حضرت آدم (علیہ السلام) کے زمانہ سے ہوتی ہے۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ مؤمن ہر بات میں خدا پر توکل کرے اور اُسکا پورے طور پر مطیع و فرمانبردار رہو جائے یہی میثاق کی ابتدا ہی حضرت آدم کے زمانے ہی سے حسب عقائد اسلام خدا اور مؤمنوں کے درمیان وہی رشتہ ہے جو بائع اور مشتری میں ہے۔ خدا مؤمن کو نجات[له] دیتا ہے کیونکہ وہ اپنا تن من دھن خدا کے حوالے کرتا ہے۔ عدالت قرآن شریف میں دیکھ سکتی ہے کہ اسی پر مذہب کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید مترجمۂ محمد علی کے صفحہ ۶ پر مرقوم ہے کہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ مؤمن خداوند تعالیٰ کی پوری طرح اطاعت و فرمانبرداری کرے" قرآن مجید کی آیتیں خود شاہد ہیں کہ خدا نے مؤمنین کے جان و مال کو خرید لیا ہے۔ اسی قرآن مجید کے صفحہ ۴۲۴ سورہ ۹ آیت ۳ میں خاص طور پر مرقوم ہے اور عدالت کاغذ وجہہ ثبوت ۴۱ کے صفحہ ۳ پر دیکھ سکتی ہے یہ وہ مذہبی کتاب ہے جو پانچویں داعی کے زمانہ میں تصنیف کی گئی تھی (پڑھتا ہے)

داؤدی بوہروں کے عقائد کے رو سے چھ ناطق ہوئے ہیں حضرت آدم۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم السلام۔ حضرت محمدؐ آخری نبی تھے یہ ضرور ہے

له اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (سورہ توبہ آیت ۱۱۰)

کہ اُنکے درمیان آٹھ آٹھ سو سال کا وقفہ ہوتا آیا ہی۔ اِن کا عقیدہ ہی کہ خدا کا نائب دنیا میں سلسلۂ ائمہ کی صورت میں موجود رہتا ہی اور حضرت محمدؐ کے عہدِ مبارک تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ حضرت محمدؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہی۔ پس ہم عقائد کی رو سے میثاق کی ابتداء آغازِ عالم سے خیال کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہی کہ قرآن شریف کی آیتیں ثابت کر دیں گی کہ میثاق حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک ہمیشہ لیا گیا ہی۔ انبیاء میثاق لیا کرتے تھے اور خود حضرت خاتم النبیین نے اپنے پیرؤں سے میثاق لیا۔ اگر آپ اِس واقعہ کی اہمیت کو سمجھ لیویں اور عدالت سمجھتی ہی کہ میرا بیان صحیح ہی تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں ہی کہ موجودہ زمانہ کے داعی یعنی داعی مطلق دنیا میں خدا کے نائب ہیں اور اُن کے احکام خدا کے احکام ہیں یہ خیال ابتدائے عالم سے رہا ہی میں اِس عقیدہ کے ثبوت میں چند اور آیتیں عدالت کے سامنے پیش کروں گا۔ عدالت جانتی ہی کہ ملا صاحب نے آیتوں کی ایک فہرست پیش کی ہی۔ میں عدالت کا خیال اُن آیتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جنکو میں زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔ میں نے بغیر ان آیتوں کو پڑھے ہوئے عدالت کے سامنے اُن کا محض حوالہ پیش کیا تھا۔ میرا کہنا ہی کہ وہ سب اُس عہد سے تعلق رکھتی ہیں جس کو میثاق کہتے ہیں۔ پیغمبروں کے ساتھ خدا بھی میثاق لینے میں شریک ہی یہ صریح بیان ہی کہ خدا نے اپنے بندوں کا مال و متاع خرید لیا ہی

دوسری آیت جس کا حوالہ میں عدالت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ آیت ۱۱۵ ہی جو صفحہ ۶۳۸ پر ہی۔ داؤدی بوہروں کے عقیدہ کے رو سے اِس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت آدمؑ اولین پیغمبر تھے۔

دوسری آیت ساتویں آیت ہی جو صفحہ ۱۶ پر ہی (پڑھتا ہی)[لہ]

داؤدی بوہروں کا یہ عقیدہ میثاق کہلاتا ہی جس کے روسے اُنکا تن-من-دھن خدا کے قبضہ و اقتدار میں ہی میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ہماری دلیل یہ نہیں ہی کہ میثاق کے ساتھ داؤدی بوہروں کی جائداد حقیقت میں لے لیجاتی ہی بلکہ ہماری یہ دلیل ہی کہ وہ تمام اُسکے قبضہ و اقتدار میں رہتی ہی۔ وہ مالک مطلق ہی وہ کسی وقت مانگ سکتا ہی کیونکہ یہ معاہدہ ہو چکا ہی۔ ہر بوہرہ اپنی مقبوضہ جائداد کو اپنی کہتا ہی لیکن از روئے مذہب وہ بوہروں سے جائداد طلب کر سکتا ہی۔ میرا خیال ہی کہ عدالت نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ڈ اپنے اس دعویٰ کی "ڈگری" کسی قانونی عدالت سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا سوال نہیں ہی جس کا جواب فوراً مل جاوے۔ میرا خیال ہی کہ ایسا دعوی کبھی عدالت میں پیش نہیں ہوا کیونکہ تمام پیروان راسخین اپنی جائداد فوراً حاضر کر دیتے ہیں۔ ایسا اُنہوں نے اپنی گواہی میں کہا بھی ہی۔ مقدمہ دائر کرنے کی حاجت نہیں ہی۔ اگر کوئی چون وچرا کرے تو دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہی۔ اگر عدالت دریافت کرتی ہی کہ کیا ہم مقدمہ دائر کر سکتے ہیں تو ہمارا جواب ہی کہ ہاں ہم دائر کر سکتے ہیں لیکن ایسا مقدمہ کبھی دائر نہیں ہوا۔ لیکن یہ سوال کہ آیا وہ مقدمہ سرسبز ہوگا یا نہیں یہ ایک دوسرا مسئلہ ہی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر وہ انکار کرے تو کیا آپ اُسے جماعت سے خارج کر دیویں گے۔

[لہ] وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ (سورہ احزاب)

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ ملا صاحب کو جماعت سے خارج کرنے کے اختیارات ہیں۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس بناء پر کہ اُس نے اصول مذہب کا انکار کیا ہو ایسا کرینگے یا نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اگر اس قسم کا دعویٰ کسی عدالت میں دائر کیا جائے تو کیا یہ اصول عامہ کے خلاف ہوگا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر عدالت فوراً یہ کہے کہ ایسے بوہروں کے خلاف کامیابی نہیں ہو سکتی تو اُس وقت۔

جسٹس مارٹن۔ اس ملک میں ہر بوہرہ کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جائداد کا مالک بنے۔ میں یہ سوال آپ سے بھی کرتا ہوں۔ ملا صاحب سے بھی یا کوئی ہو اُس سے بھی کہ کیا عدالت قانونی میں اُس کو اس حق سے محروم کیا جا سکتا ہو۔ خواہ اُسکے عقائد مذہبی کچھ بھی ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت نے میری دلیل ہنوز نہیں سُنی ہو۔ میں یہ ثابت کرنے والا ہوں کہ ملا صاحب دو وجوہات سے عدالت قانونی میں دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اوّل تو مذہبی فرایض کی رو سے دوئم ازروئے معاہدہ جو میثاق میں کیا جاتا ہو۔ جہاں تک مقدمہ کا تعلق میثاق سے ہو وہاں تک یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ آیا عدالت اسکا خیال کریگی کہ قانون میں اس قسم کی کوئی بات موجود ہو جو اس معاہدہ کی معاون ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا اُس کو کل جائداد دینا پڑتی ہو محض اس بناء پر کہ کوئی دوسرا شخص جائداد طلب کرتا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ گواہوں کے اظہار سے واضح ہے کہ اگر وہ سچا پیرو ہے تو وہ ایسا ہی کرے گا۔

جسٹس مارٹن۔ یہ قانونِ ملک کے خلاف ہے۔ اس کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ کسی قدر غلامی کی مثل ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ دوسرا سوال ہے کہ عدالت اس کو خلاف قانون خیال کرتی ہے بظاہر عدالت نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ عقیدہ خلاف قانون ہے اس لئے اس پر عمل نہ کرے گی۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ کی دلیل سننا چاہتا ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اس مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میری دلیل دو امور پر منحصر ہے اول مذہبی فرائض۔ دوم۔ معاہدہ جو میثاق میں ہوتا ہے۔ ایک طرف نجات کا وعدہ ہوتا ہے اور دوسری جانب خدا کو تمام جائداد کا دینا۔

جسٹس مارٹن۔ اگر کسی نوکر اور آقا کے درمیان کوئی معمولی معاہدہ ہو اور اُس میں مذکور ہو کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ دنیا کے کسی حصہ میں یہ پیشہ تبدیل نہ کروں گا۔ تو یہ معاہدہ کیسے دُرست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک داؤدی بوہرہ کہتا ہے اگر کسی وقت تم مجھ سے میری جائداد طلب کروگے تو میں دے دونگا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس خاص عقیدہ پر کسی عدالت قانونی کے ذریعہ سے عملدرآمد نہیں کرایا جاسکتا۔ میں نے عدالت کو وجوہات تبلائے ہیں تاہم میرا کہنا ہے کہ ایسا واقعہ کبھی رونما نہیں ہوتا۔ مقدمہ ہذا میں تو یہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اگر عدالت کو معلوم ہو جائے کہ کوئی خاص عقیدہ خلاف قانون ہے تو وہ عملدرآمد کرانے سے انکار کردے گی۔ میرا کہنا صرف یہ ہے کہ

بوہروں کے عقائد کے مطابق حضرت آدمؑ کے زمانے سے داؤدی بوہروں کے مذہب کا آغاز ہے انکا عقیدہ ہے کہ مذہب کی ابتدا حضرت آدمؑ کے زمانہ سے ہوئی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ کے پاس آیات قرآنی یا احادیث کے حوالے نہیں ہیں؟ جن سے معلوم ہو کہ نجی جائداد امام یا داعی کی ملکیت ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں مذہبی حوالے ہیں۔ بلکہ بہت سے حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کا حکم گویا خدا کا حکم ہے۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن خصوصیت سے یہ کہیں نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ معتقدین کو اپنی املاک داعی یا امام کو دینا پڑتی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اِس طرح کے مذہبی حوالجات موجود ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے تیقن نہیں ہے۔ "دعائم الاسلام" میں ایک حوالہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں مقدمہ کی اس منزل تک نہیں آیا ہوں۔ میں نے عدالت کے سامنے صرف اجمالاً یہ بتلایا ہے کہ اس کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ میرے پاس تمام حوالوں کے نوٹ موجود ہیں۔ اُن کو ہمارے قابل دوست مرزا نے تیار کیا ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایسے حوالجات موجود ہیں جو اِسی مسئلہ کے متعلق ہیں فی الحال میں عدالت کو صرف یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ داؤدی بوہروں کا یہ عقیدہ کیونکر ہوا۔ اُنکا یہ بھی خیال ہے کہ اُنکا یہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہے۔ میرا خیال ہے کہ آخری آیت جو میں نے پڑھی تھی انبیاء (علیہم السلام) کے میثاق لینے کے متعلق ہے۔ داؤدی بوہروں کے اعتقاد کے رو سے پیغمبرؐ نے بھی میثاق

لیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن اُس کی یہ صورت نہ رہی ہوگی کیونکہ دنیائے اسلام میں بوہروں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن اِس کا تعلق سب مسلمانوں سے ہے۔ اختلاف تو صرف رسولِ خداؐ کے بعد پیدا ہوا یہ تو تمام مسلمانوں سے متعلق ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمام مسلمان قرآن شریف پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ وہ مختلف تفسیریں کرتے ہیں لیکن وہ تمام انبیاء کو مانتے ہیں سب مسلمان محمدؐ (صلعم) تک سب کو مانتے ہیں۔ اہلِ سنّت والجماعت البتہ یہ نہیں مانتے کہ دو نبیوں کے درمیان سلسلہ قائم رکھا گیا۔ لیکن شیعہ اِس کو مانتے ہیں۔ شیعہ اور سُنّیوں میں یہی فرق ہے۔ اہلسنت رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں مانتے کہ بہت سے امام بھی ہوئے ہیں شیعہ ائمہ اور انبیاء مرسلین دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اختلاف رسول اللہ (صلعم) کے وصال کے بعد پیدا ہوا۔ جھگڑا یہ تھا کہ امام کون ہے۔ شیعہ اور سُنّیوں میں فرق محض اِس سوال پر ہے کہ آیا رسول اللہ (صلعم) نے حضرت علی کو جانشین مقرر کیا یا نہیں سنیوں کا عقیدہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی کو جانشین مقرر نہیں کیا۔ اور شیعوں کا عقیدہ ہے (کہ جانشین مقرر کیا)

جسٹس مارٹن۔ میرے پاس تاریخ موجود ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر عدالت اِن واقعات کا علم رکھتی ہے تو میں اِس پر کچھ کہنا نہیں چاہتا جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں داؤدی بوہروں کا اعتقاد ہے کہ اس میثاق کا آغاز حضرت آدم

کے زمانہ سے ہوا اور ہنوز جاری ہی۔ کیا آپ اُن کے اِس عقیدہ پر تعجب کرتے ہیں کہ داعی روئے زمین پر خدا کا نائب ہی۔ بہت سے حوالجات موجود ہیں جن سے ظاہر ہی کہ داعی کے احکام خدا کے احکام کے برابر ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن دو لفظ ہیں۔ معصوم اور کالمعصوم۔

مسٹر انویرارٹی۔ معصوم کا اطلاق صاحبانِ مراتب پر ہوتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ معصوم کا اطلاق امام پر ہوتا ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ کالمعصوم کے معنی مثل معصوم کے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ وہ داعی محصور[۱] کے لیے نہیں آتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ امام کے زمانے میں ہوتا ہی جب امام مستور ہوتے ہیں تو یہ مرتبہ باقی نہیں رہتا۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہی کہ ملا صاحب نے فرمایا تھا کہ کالمعصوم کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہی میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سوال شیخ فیض اللہ بھائی سے نہیں کیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ظاہر ہی کہ ائمہ کا وہ درجہ نہیں ہی جو انبیا کا ہوتا ہی اسی طرح دعاۃ کا مرتبہ بھی وہ نہیں ہی جو ائمہ کا ہوتا ہی لیکن کم نصیبی سے اُنکو اختیارات وہی حاصل ہیں۔ یہ کتابوں میں مسطور ہی۔

جسٹس مارٹن۔ وہی صفحہ ہی جہاں کا ترجمہ غلط کیا گیا تھا۔

---

[۱] مسودہ غلط معلوم ہوتا ہی اِسلئے مکاسر کے بجائے محصور لکھا گیا ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ اصل متن میں لفظ امام ہے۔ مترجم نے کہا کہ مجھے ترجمہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ عدالت کے پاس نوٹ ہے کہ وہ غلط ہے۔ بوہروں کے عقیدہ کی رو سے ائمہ کا وجود محمد (صلعم) کے پیشتر تھا اور وہ لوگ وصالِ نبی (صلعم) کے بعد بھی موجود ہیں قرآن شریف میں اور بھی آیتیں ہیں جنکو میں فی الحال پڑھنا نہیں چاہتا۔ میں عدالت کے سامنے حوالہ بھی دینا نہیں چاہتا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اِن سب میں عہد ہی کا ذکر ہے۔ اور بوہروں کا عقیدہ ہے کہ اِس عہد سے مراد میثاق ہے جو وقتاً فوقتاً لیا گیا تھا یہ حوالے اتنے صریح نہیں ہیں جیسا کہ وہ ہے جسے میں پیش کرچکا ہوں۔ تاہم بوہروں کا عقیدہ ہے کہ اس سے میثاق مراد ہے جو وقتاً فوقتاً لیا گیا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ ہمیں بہت سی باتیں حیرت انگیز معلوم ہوتی ہیں جنہوں نے اِس مذہب کے نسبت نہیں سُنا وہ متحیر ہوتے ہیں۔ ایڈوکیٹ جنرل داؤدی بوہرہ مذہب کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ خود جناب والا نے بوہروں کے مذہب کے بارے میں کچھ بھی نہیں سُنا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کونسل کو یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ جج کتنا جانتا ہے اور کونسل کس قدر جانتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے اُسے تمثیلاً بیان کیا تھا۔ میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ دوسری تمثیل لی جائے۔

جسٹس مارٹن۔ پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ اِس اسلامی مقدمہ میں کوئی مسلمان وکیل بجز

مسٹر مرزا کے نہیں تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمیں بہت سے مذہبی حوالے ملتے ہیں جہاں مذکور ہے کہ داعی کے احکام امام کے احکام ہوتے ہیں اور امام کے احکام رسولؐ کے احکام ہوتے ہیں اور رسول کے احکام گویا خدا کے احکام ہوتے ہیں۔ بدیں جہت داعی کے احکام خدا کے احکام مانے جاتے ہیں پس داؤدی بوہروں کی تمام جائداد مؤمنین مخلصین کے نزدیک خدا کی مِلک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ داعی نے کسی وقت بھی اپنے اختیار کا استعمال نہیں کیا۔ اور ہمارا کہنا ہے کہ وہ اِسکا دعویٰ نہیں کرتے۔ اگرچہ میثاق کے تحت میں وہ جائداد (بشرطیکہ وہ خواہش کریں) اُن کے تصرف میں آسکتی ہے۔ اِس میں کوئی امر خلاف قانون نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ تو آپ کا یہ کہنا ہے کہ شہر بمبئی میں آئندہ کوئی بوہرہ کسی جائداد کا مالک نہیں ہو سکتا اگر دستاویز انتقال میں ملّا صاحب کا نام نہ آوے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں کہتا ہوں کہ یقیناً وہ بوہرہ ایسا کر سکتا ہے۔ ہماری بحث یہ ہے کہ کہ جب تک ملّا صاحب دخل نہ دیں وہ شخص اُس جائداد کو اپنی ذاتی جائداد کے طور پر رکھ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ جب سے اُس نے میثاق لیا ہے اُس کی ملکیت حقیقت میں ملّا صاحب کی مِلک ہو جاتی ہے۔ یہاں دو مختلف چیزیں ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا چونکہ تاریخ تبلاتی ہے کہ آج تک کسی امام یا داعی نے املاک کو طلب نہیں کیا ہے اسلئے یہ اُنکی ملکیت نہیں رہجاتی۔ داؤدی بوہرہ حسب خواہش مالک بن سکتا ہے۔ صرف ضروری موقعوں پر اُسے اپنی ملکیت داعی کو دینا پڑتی ہے۔ یہ حق ذاتی اغراض کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا

داعی کے ہاتھ پر میثاق دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اُن کی ذاتِ خاص کے لئے نہیں دیا جاتا۔
اُن کے احکام خدا کے احکام کے مانند خیال کئے جاتے ہیں۔ اِس لئے کوئی اُن سے انکار نہیں
کر سکتا۔ داعی نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ تاہم ضرورت کے وقت انہیں حق حاصل ہے کہ کچھ حصہ
یا کل جائداد طلب کریں۔ سب سے اہم چیز میثاق ہے۔ ایڈوکیٹ جنرل نے مقدمہ کی یہ صورت
پیش کی ہے کہ ملا صاحب یہ چاہتے ہیں کہ جب سے میثاق لیا گیا اُس وقت سے بوہروں کی
املاک ملا صاحب کی ہو جاتی ہیں۔ عدالت تمام اظہاروں کو پڑھے اُس وقت معلوم ہوگا
کہ جو خیال میں نے پیش کیا ہے وہ درست ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ مقدمہ ۲ جیبنیری بابت ۱۹۰۶ء کو کسی وقت پڑھیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں مقدمہ کو جانتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ قانونی پوزیشن کیا ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ
چند باتوں کو لے لیا اور کہا کہ یہ ناقابل خیال ہیں۔

۲۲ر جنوری ۱۹۲۱ء

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے امید ہے کہ جناب والا مجھے اجازت دینگے کہ اپنی کل کی تقریر میں
دو ایک باتوں کا اضافہ کروں۔ ایکٹ ۱۹۱۵ء کے نسبت میں جناب والا کے خیال کو
اِس واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ ایکٹ بابت ۱۹۱۵ء ہے

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت کے اِس حکم کے متعلق کہ ہم پر بحیثیت داعی مطلق کے تمام

بارِ ثبوت عائد ہوتا ہی۔ میں عرض کروں گا کہ بارِ ثبوت فریق ثانی کے ذمہ پڑتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے کوئی حکم نہیں دیا نہ قاعدہ بنایا ہی میں نے صرف وجوہات پیش کئے ہیں۔ اگر میں کچھ کہوں تو یہ حکم باقاعدہ نہیں ہی جب تک میں چند باتیں نہ کہوں میں ایسا نہیں کر سکتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ جناب والا اپنی رائے پیش کر رہے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہی۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ میں اپنی رائے فی الحال ظاہر نہ کروں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ بعض اوقات جناب والا جو مطلب بیان فرماتے ہیں اُس میں مجھے مغالطہ ہوتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کا کہنا ہی کہ ہم ٹرسٹی ہرگز نہیں ہیں۔ اور پھر آپ کا عذر یہ ہی کہ ہم داعی المطلق ہیں۔ تنقیح پیدا ہوتی ہی کہ بارِ ثبوت کس کے ذمہ ہی۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم ٹرسٹی ہرگز نہیں ہیں۔ لیکن یہ صورتِ مقدمہ نہیں ہی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ہم ایک خاص قسم کے ٹرسٹی ہیں۔ یعنی آپ داعی ہونے کی وجہ سے صرف امام کے ٹرسٹی ہیں۔ یہ آپ کا پائنٹ ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ میری دلیل یہ ہی کہ بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہی۔ انہیں یہ ثابت کرنا ہی کہ ہماری ایسی پوزیشن ہی جس پر مدعی حملہ آور ہو سکتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ وہ کہتا ہی کہ آپ ٹرسٹی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ آپ نے وہ عرضی دعویٰ منظور کر لیا ہی جس میں لکھا ہی کہ ہم پیشوائے اعظم ہیں

جسٹس مارٹن۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ آپ داعی المطلق بھی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ تو ہم پیشوائے اعظم بھی نہیں ہو سکتے۔

جسٹس مارٹن۔ بہر حال تنقیح قائم ہوتی ہی کہ آپ داعی المطلق ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ فرض کیجئے کہ بار ثبوت ہمارے ذمہ ہی۔ پس جس وقت ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ۸۰ برس کے پیشتر سے پانچ متواتر دعاۃ ہوئے ہیں جن کو داؤدی بوہرے داعی المطلق مانتے آئے ہیں اور دعوت کا کاروبار بحیثیت داعی مطلق اسّی برس کے پیشتر سے چل رہا ہی اس وقت ایڈوکیٹ جنرل کو ثابت کرنا پڑے گا کہ ایسا نہیں ہی۔ میں عرض کروں گا کہ عدالت چینسری یہ قائم ہونے دیگی۔ میں ایک مقدمہ پیش کرنے والا ہوں جہاں عدالت چینسری نے اس کی تحقیق کرنے سے انکار کر دیا تھا اُس مقدمہ میں ایک مدرسہ کا مدرس ۴۰ سال تک متولی رہا تھا۔ عدالت نے کہا کہ تقرری پر اعتراض عدالت میں نہیں ہو سکتا۔ وہ مقدمہ "اٹارنی جنرل بنام ہارٹ لے" ہی۔ یہ صفحہ ۳۵۳ پر مذکور ہی۔ ڈگری صفحہ ۳۸۴ پر ہی۔ ہیڈ ماسٹر ۴۰ سال سے کچھ زائد زمانے سے کام کر رہا تھا۔ اٹارنی جنرل نے اُس کی تقرری پر سوال اُٹھایا تھا ڈگری میں یوں مسطور ہی (پڑھتا ہی) اس مقدمہ میں جماعت اسّی سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانے سے کم از کم پانچ دعاۃ کو داعی مطلق مانتی آئی ہی اور یہ امر ایک ایسا ثبوت ہی کہ عدالت کو چاہئے کہ اِس سوال کو اُٹھنے نہ دے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کے حق میں یہ نہایت زبردست ثبوت ہی۔ کوئی سوال باقی

نہیں رہتا۔ صرف ایک نص کے نسبت شک باقی رہ گیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ بعد میں آپ اسپر بھی بحث کریں۔

مسٹر انویرارٹی۔ مسٹر بیننگ گواہوں کے اظہارات پر تبصرہ کرینگے۔ میں عرض کرونگا کہ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم مقدمہ ہے۔ جناب والا اس امر کو بھی ذہن نشین فرمائیں گے کہ یہ پہلا ہی موقع نہیں ہے جبکہ داعی کے نص کے متعلق مخالفت کی گئی ہو۔ داعی کے تقرر کے متعلق اعتراضات وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ بوہرہ سے واضح ہے کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی شخص ایسا موجود رہا ہے جس کا دعویٰ یہ تھا کہ داعی کی تقرری جائز طور پر نہیں ہوئی بوہروں کی ابتدا ہی تقرری کے انکار پر مبنی ہے خصوصاً جس وقت یہ کہا جائے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا اور یہ تقرر عمل میں نہیں آیا۔

جسٹس مارٹن۔ اُس اختلاف کو لیجئے جو خوجوں[٥] اور بوہروں میں پیدا ہو گیا ہے بوہرے بڑے لڑکے کے خاندان سے ہیں اور خوجے چھوٹے لڑکے کے۔ یہاں دونوں اختلاف کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس امر میں کہ اصلی امام کون ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں بوہرے ایک کے پیرو ہیں اور خوجے دوسرے کے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ بعض لوگ کہتے ہیں

---

٥ یہاں جج نے سہواً غلطی کی ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ چھوٹے فرزند کو بوہرے اور بڑے فرزند کو خوجے اپنا امام مانتے ہیں۔ ۱۲

کہ جانشینی غیر مسلسل رہی ہو اسلئے عدالت اس کو فیصل کر سکتی ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کچھ اور آگے چلیے۔ قدیم حساب کتاب میں ایسے اندراجات ملیں گے جہاں میثاق کے لئے جانشینی کے وقت روپیہ دیا گیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم نے اس امر کی شہادت پیش کی ہو کہ سب لوگ داعی کو تسلیم کرتے ہیں جانشینی کے وقت تمام جماعت نے باستثنائے معدودے چند میثاق دیا تھا۔ ناگپور والے ۱۹۱۰ء میں الگ ہو گئے۔ اس وقت ایک بوہرے نے کہا کہ میں نے امام کو دیکھا ہو اور امام نے مجھ سے کہا کہ تم امام کے نائب برحق ہو۔ تقریباً سو آدمی اس کے معتقد ہو گئے۔ اگر جناب والا یہ رائے قائم کریں کہ داؤدی بوہرہ مذہب غلط خیال پر مبنی ہو تو اس کا بڑا اثر پڑے گا۔ میرا خیال ہو کہ موجودہ ۵۰۰ مسجدیں۔ غلہ جات اور ہر ایک ملکیت دعوت سے نکل جائے گی۔ اس طرح یہ فرقہ ایک نیا فرقہ ہو جائیگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم موجودہ داعی کو نص شدہ داعی مانتے ہیں اور ہم اپنے کو داؤدی بوہرہ کہتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ پانچسو مسجدیں غلہ جات اور دیگر املاک کا کیا حشر ہوگا کل میں ایک امر کا ذکر کرنے والا تھا لیکن میں روک دیا گیا میں نے اُسے لکھ لیا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں اپنی پوزیشن کو آج بیان کر سکتا ہوں میں اپنی دلیل عدالت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اب رہا یہ سوال کہ عدالت اُس کو تسلیم کرتی ہو یا نہیں یہ ایک دوسری بحث ہو۔ یہ کہنا مناسب نہیں ہو کہ ہم نے اپنی دلیل عدالت کے روبرو اچھی طرح بیان نہیں کی۔ اگر میں کچھ دلیلیں چھوڑ دوں تو عدالت مرافعہ میں ایسا کہا جا سکتا ہو کہ میں نے اپنی کل دلیلیں عدالت میں پیش نہیں کیں۔ اِس کی یہی وجہ ہو

کہ میں انہیں پیش کرنے کے لئے پس و پیش کرتا تھا۔ لیکن چونکہ مدعا علیہ نمبر ۲ نے اس معاملہ پر عدالت کے سامنے تقریر کرنے کے لئے مجھ سے کہا تو میرا فرض ہو گیا کہ میں ایسا کروں۔ میں اپنے تمام دلائل سنا دینا چاہتا ہوں اور کوئی چیز باقی نہیں رکھنا چاہتا کہ بعد میں کوئی کہے کہ یہ جج کے سامنے نہیں کہا گیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ وہ دلیل عدالت اپیل کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تو اس امر کا بھی خیال رہے کہ مسلمان جج نے اس مقدمہ کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں سات جج ہیں اور اس میں ایک مسلمان جج بھی ہے جو اسی جماعت کا ایک فرد ہے اس ملک کی یہ ایک عجیب حالت ہے کہ جو جج ان معاملات سے بہترین ماہر ہے۔ وہ خود کو مقدمہ لینے کے قابل نہیں سمجھتا۔ یہ بھی تعجب خیز ہے کہ مشیران قانونی اور کونسل باستثنائے ایک کے سب غیر مسلم ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں مشکلات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور جناب والا سے مجھے ہمدردی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ مسٹر بیننگ شہادتوں پر عدالت کے سامنے تبصرہ کرنے والے ہیں۔ لیکن میں اپنے دلائل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ گو میں اُسے نامناسب خیال کرتا ہوں۔ لیکن میں مقدمہ اُسی صورت میں پیش کرتا ہوں جس طرح میرے موکل نے مجھے ہدایت کی ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ملا صاحب کے تمام دلائل عدالت کے سامنے پیش کر دوں تاکہ عدالت کی سمجھ میں آجائے کہ وہ کیا ہیں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے عدالت کی سہولت کے لئے حوالے پیش کر دئے خواہ وہ خلاف ہوں یا موافق۔ جن خاص معاملات پر میں نے عدالت کو مخاطب کیا ہے میں نے اُن کے حوالجات بھی پیش کر دئے ہیں قسلاً عرس

اور فاتحہ وغیرہ پر۔

جناب والا ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔ اِس کو میں نے کل نہیں پیش کیا تھا۔ وہ صفحہ ۹۸۴ کی دسویں آیت ہے (پڑھتا ہے)

اس کا تعلق مومنین کے میثاق لینے سے ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے رسولؐ کو عہد دینا گویا خدا کو عہد دینا ہے یہ امر کہ ملا صاحب کا فیصلہ مذہبی و معاشرتی معاملات میں حتمی ہوتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب والا اسکو بمبئی گزٹیر جلد ۹ صفحہ ۳۱ کے حاشیہ میں دیکھ سکتے ہیں (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ آگے کا مضمون (پڑھتا ہے)

مسٹر اویرارٹی۔ اِس کے بعد بوہروں کا قابل غور عقیدہ یہ ہے کہ اُن سے کوئی محاسبہ نہیں کر سکتا۔ جناب والا اِس کو اُس دستاویز میں دیکھ سکتے ہیں جو مطبوعہ کتاب میں موجود ہے اور جس کو ایڈوکیٹ جنرل باطل بتلاتے ہیں۔ وہ مطبوعہ کتاب کے صفحہ ۲۵ پر ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ بدری محل کا وقف ہے وہ ۲۶ ویں صفحہ کے آخری حصہ پر ہے۔

مسٹر اویرارٹی۔ ہاں (پڑھتا ہے) وہ اُن کو اور اُنکے جانشینوں کو بطور ہدیہ ہے

جسٹس مارٹن۔ اِسی صفحہ کی ۲۷ ویں سطر ملاحظہ کیجئے۔

مسٹر اویرارٹی۔ (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ بیسویں سطر کو دیکھئے (پڑھتا ہے) اور پھر ۲۶ ویں سطر کو " اور زرایہ کا بقیہ حصہ ملا صاحب کو اُن کے استعمال اور فوائد کے لئے تاحیات دیا جائے" اُن کی

وفات کے بعد ٹرسٹیوں کو چاہیئے کہ یہ کرایہ اُن کے عہدہ کے جانشین کو دیں (پڑھتا ہے)

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ اُن کے ذاتی استعمال کے لیئے ہے تو یہ صحیح ہے اور وہ قابل محاسبہ نہیں ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ جناب والا ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کے لیئے اچھی حالت میں رکھنا ضروری ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ فاضل رقم کے واسطے قابل محاسبہ نہیں۔ ۲۸ ویں سطر دیکھئے "بقیہ رقم کے لیئے اُن سے حساب کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا"

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ملا صاحب اپنے داعی المطلق کی پوزیشن میں کسی طرح قابل محاسبہ نہیں۔ اور کوئی اُن سے حساب طلب نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ پھر انہیں یہ کہنا چاہیئے کہ کرایہ کا حساب کوئی نہیں لے سکتا۔ حالانکہ یہاں صرف باقی کا ذکر ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا گمان ہے کہ انہوں نے اس امر کا خیال ہی نہیں کیا کہ مسجد کی مرمت کیجائے گی۔ جناب مقدمہ آغاخاں میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ چیزوں کے تصور کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن کی نظر میں ہر ایک چیز ناممکن الخیال تھی۔ یہ امام کے لیئے ناممکن ہے۔ بوہروں کا عقیدہ ہے کہ یہ امر ناممکن الخیال ہے کہ وہ کوئی ایسا فعل کرینگے جو داعی کو شایاں نہیں ہے۔ ان سب کا کہنا ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ ایک دستاویز کا مسودہ لکھنا چاہتے ہیں جس کی غرض ملا صاحب کی اس پوزیشن کو قابل عمل تبلانا مقصود ہو جس کا ادعا اِس وقت کیا جاتا ہے تو آپ

اس صورت میں لکھنے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں داؤدی بوہرہ مسائل کے موافق مسودہ تیار کروں گا۔ میرا ہرگز خیال نہیں ہے کہ میں دستاویز لکھنے میں غلطی کروں گا۔ اپنے موجودہ علم کے ہوتے ہوئے میں اس صورت میں دستاویز ہرگز نہ لکھوں گا۔ اگر موجودہ علم نہوتا تو شائد میں اس سے بھی بدتر دستاویز تیار کرتا۔ ۱۸ویں پیراگراف میں لکھا ہے کہ دستاویز باطل ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ جائز ہے مجھے حق حاصل ہے کہ میں اُس کا حوالہ محض گواہی کے طور پر دوں۔

جسٹس مارٹن۔ اس دستاویز کے متعلق رائے زنی کرنے میں یہ مشکل ہے کہ میں سرکاری وکیل کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر رہا ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ سرکاری وکیل کے مقدمہ میں مجھے اچھی طرح علم نہیں کہ وہ مقدمہ آیا روپیہ وصول کرنے کے لیے دائر کیا گیا ہے یا حصہ لینے کے لیے۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں نہیں جائداد واپس لینے کے لئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بدری محل میں حصہ حاصل کرنے کے لیے۔

جسٹس مارٹن۔ بلکہ پورا بدری محل حاصل کرنے کے لیے۔ اس اصول پر کہ اُس دیوانے نے کل روپیہ خریداری میں لگایا تھا سرکاری وکیل بدری محل اور ۱۹۶ مربع گز زمین کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے وہ مقدمہ پڑھا ہے لیکن مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ کس امر کی درخواست تھی۔

جسٹس مارٹن۔ میں غلط فہمی نہیں چاہتا۔ میرا خیال ہے کہ اب ایڈوکیٹ جنرل کا یہ کہنا نہیں ہے کہ دستاویز ہٰذا متعلقہ بدری محل باطل ہے اور ۱۹۶ مربع گز زمین کا بیعنامہ ناقص ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن عرضی دعوی میں اُن کا یہی کہنا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں نہیں خیال کرتا کہ ایڈوکیٹ جنرل اس امر پر مصر ہونے میں حق بجانب ہونگے۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔

جسٹس مارٹن۔ اچھا آپ نے دوسرے عذرات پیش کئے تھے۔ مدعا علیہم نمبر ۲ نے یہ عذر پیش کیا کہ وہ دستاویز درست ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے بھی عذرات پیش کئے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ مدعا علیہ نمبر ۲ کا کہنا ہے کہ اُن کو دستاویز لکھنے کا اختیار ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ مطبوعہ کتاب کے صفحہ ۴۶ کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ مدعا علیہم نمبر ۲ کے عذرات یہاں درج ہیں۔ پیرہ گراف ۱۰ (پڑھتا ہے) اس کے بعد آپ اپنے جوابات دیکھیئے صفحہ ۵۰۔ پیراگراف ۱۲۔ آپ وقف کو تسلیم کرتے ہیں۔ اِس کے بعد پیرہ گراف ۱۵ میں آپ ۱۹۶ مربع گز اراضی کی نسبت عذرات پیش کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا کہنا ہے کہ وہ (بدری محل) ملا صاحب کو بحیثیت داعی دیا گیا ہے

جسٹس مارٹن۔ اُس وقت جب دستاویز ناقص ہو تو پھر کیا؟

مسٹر انویراریٹی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہے۔

مسٹر انویراریٹی۔ ہاں جس وقت ملا صاحب کے جوابات مرتب کئے گئے تھے اُسوقت کسی کو علم نہیں تھا کہ ملا صاحب کا کیا رتبہ ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ اُن کو اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ صحیح حکم نافذ کریں۔ اِن کے احکامات اصل میں خداوندی احکام ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مذہباً مسجد۔ مقبرہ اور غلہ داعی کی حیثیت سے ملا صاحب کے قبضہ میں دیدئے جاتے ہیں۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے اگر عدالت یہ رائے قائم کرے کہ چیزیں داعی کو نہیں دیدی جاتی ہیں بلکہ یہ چیزیں بحیثیت متولی یا ٹرسٹی (جس کا تقرر منجانب عدالت ہوا ہو) کے ملا صاحب کے قبضہ میں ہیں۔ مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ ہمارے موکل اس مرتبہ کو قبول نہیں کریں گے۔ یہ اُن کے مذہب کے خلاف ہے اور ملا صاحب عدالت کی جانب سے متولی مقرر ہو کر اس پوزیشن کا اختیار کرنا گناہ خیال کرینگے۔

جسٹس مارٹن۔ عدالت انہیں ٹرسٹی مقرر نہیں کر رہی ہے۔ ہم صرف یہ سوال کرتے ہیں کہ جو کام ملا صاحب نے انجام دئے ہیں اُن کی قانونی حیثیت کیا ہے۔ اُنہوں نے خود کو ٹرسٹی کے نام سے پکارا ہے اُن کے والد نے اپنے بیان حلفیہ میں خود کو ٹرسٹی کہا ہے۔ اُنہوں نے ایک دستاویز میں بھی ٹرسٹی کے نام سے یاد کیا ہے۔ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ کیا وہ قانونی نظر میں بھی ٹرسٹی ہیں۔

مسٹر انویراریٹی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ اس خاص معنی میں ٹرسٹی ہیں۔ وہ داعی ہونے کی

حیثیت سے امام کے ٹرسٹی ہیں۔ وہ کسی عدالت کی تقرری قبول نہیں کرسکتے۔ وہ صرف داعی کی پوزیشن کو قبول کرسکتے ہیں۔ علاوہ اِس کے جتنی اور قسم کی تقرری ہوگی اُسے منظور نہ کرینگے۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے بجز مقدمہ کے تصفیہ کے اور کچھ نہیں کرنا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اب زرِغلہ کو لیجیے۔ میں یہ بحث کرکے کہ وہ خیرات ہے یا نہیں اُس کے متعلق صرف یہ کہوں گا کہ وہ کیا ہے۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ قبل اِس کے کہ مسٹر انویرارٹی آگے تقریر کریں۔ کیا وہ براہِ مہربانی اُس قانون کا ذکر کرینگے جس کے تحت میں یہ مقدمہ ہے۔ مسٹر انویرارٹی شائد مجھ سے متفق ہوں گے کہ یہ فقرہ ۲۳ سپریم کورٹ چارٹر کے تحت میں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ صرف یہی ایک کتاب ہمارے پاس ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ نے وہ کتاب مجھے کل دی تھی۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ چارٹر (فرمان) یہ ہے۔ اُن ایکٹوں میں چارٹر نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ شائد وہ کتاب آپ مجھے مرحمت فرمائیں گے

ایڈوکیٹ جنرل۔ شائد مسٹر انویرارٹی کو معلوم ہوگا کہ سپریم کورٹ چارٹر کس میں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُس چارٹر میں جس میں ہندو اور مسلم قانون ہے۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ ہاں عملاً یہ وہی دفعہ یعنی گورنمنٹ انڈیا ایکٹ ہے۔

مسٹر اونیرارٹی۔ یہ (چارٹر) انصاف اور نیک نیتی سے عدالت کو ایسے احکام نافذ کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کو روایات قدیمہ کے متعلق ہالسبری صفحہ ۲۱۸۔ جلد ۴ سے اتفاق ہے (پڑھتا ہے)

مسٹر اونیرارٹی۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جو تمثیل میں نے پیش کی تھی۔ (۴۔ انڈین اپیل۔ ایکٹ ۵۲۔ جارج ثالث) اُس میں یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ ایڈووکیٹ جنرل تاج کی جانب سے اس ایکٹ کے تحت میں خیرات کے متعلق اطلاعات پیش کر سکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ یہ ٹرسٹ ہے۔ کیا آپ کا کہنا ہے کہ انگلستانی طریقۂ عمل یہاں عاید کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر اونیرارٹی۔ نہیں۔ میرا کہنا ہے کہ دادرسی کے لئے انگلینڈ میں اٹارنی جنرل کو حقوق حاصل ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ انگلینڈ میں اُن مقدمات میں جو ٹرسٹ نہیں ہیں جس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خیرات ہے یا نہیں۔ تو ایسی حالت میں عدالت صرف یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ خیرات ہے اور تاج کے لئے اس امر کا فیصلہ چھوڑ دیا جاتا ہے کہ خیرات کن اغراض و مقاصد میں صرف کی جائے۔

مسٹر اونیرارٹی۔ ہاں۔

جسٹس مارٹن۔ یہی ہندوستان پر بھی عائد ہوتا ہے۔

مسٹر النویرارٹی۔ میں ایسا کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ انگلینڈ کا ایک مقدمہ ہے جس میں ایسا ہی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ طریقۂ عمل قدیم ہے۔ شاید ۱۵۰ یا ۲۰۰ برس سے زیادہ کا ہے میرا خیال ہے کہ ایسے معاملات شاذونادر ہوا کرتے ہیں کیونکہ ٹرسٹ کا وجود ہمیشہ رہتا ہے۔

مسٹر النویرارٹی۔ اس معاملہ کے متعلق ایک مقدمہ ضرور ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اس پر بعد میں بحث ہو سکتی ہے کہ یہ پائنٹ یہاں پیدا ہوتا ہے یا نہیں

مسٹر النویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ وہ ۲۸ مقدمہ چینیسری بابت ۱۹۰۳ء ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں وہ ایک مقدمہ ہے آپ اُس کا حوالہ دیجئے۔

مسٹر النویرارٹی۔ اُس مقدمہ میں عدالت یہ رائے قائم کرتی ہے کہ جس خیرات کو وصیت کنندہ نے کسی خاص غرض کے لئے مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ محض (عام) خیرات قرار دیا ہے۔ ایسی خیراتی جائداد کو کس طرح صرف کیا جائے۔ عدالت نے اس کے لئے علیحدہ اسکیم بنانے کا حکم صادر کیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ کیا یہ ہندوستان میں عاید ہوتا ہے۔

مسٹر النویرارٹی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ اس میں ہاں یا نہیں کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس کو دفعہ ۹۲ کے تحت میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ اِس کا عمل صرف ٹرسٹ پر ہوتا ہے۔ لیکن میری دانست میں ایڈوکیٹ جنرل کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ صرف دفعہ ۹۲ کے تحت ہی میں مقدمہ دائر کریں۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ مجھے بعد میں بتلا سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر میں اِس قابل نہیں ہوں تو اسکا جواب دینا بیکار ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ایڈوکیٹ جنرل نے کہا تھا کہ جہاں تک مجھے علم ہے کوئی ایسی مثال نہیں پائی جاتی کہ ہندوستان میں ایسا کیا گیا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ مقدمہ دیکھوں گا۔ اب تیسرا مسئلہ غلہ کا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ خیرات ہے اولاً میں عرض کروں گا کہ چاند بھائی کے غلہ میں خیرات کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جہاں تک بوہروں کا تعلق ہے تمام غلے یکساں ہیں خواہ وہ مقبروں میں ہیں یا ذاتی مکانوں میں خواہ ایسے بزرگوں کے لیے ہوں جنکے مقبرے دیگر ممالک میں ہیں۔ جناب والا کو یہ معلوم ہے اور اِس امر کی شہادتیں موجود ہیں کہ اور بہت سے غلے دوسرے اشخاص کے مقبروں پر موجود ہیں۔ جن کی طرف کرامات کا ظہور منسوب کیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں تسلیم کرتا کہ وہ سینٹ تھے۔ اگر میں ایسا کہوں تو گویا میں اُن کا سینٹ ہونا تسلیم کرتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ آپ انہیں مقدس اشخاص کہہ سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُن کو کرامت دکھانے کی قدرت تھی۔ معمولی اشخاص کے بھی مقبرے موجود ہیں۔ بہت سے غلے امام کی طرف منسوب ہیں اور بہت سے داعی کی طرف بھی۔

برٹش انڈیا میں بہت سے ایسے غلّے ہیں۔ جن کے مقبرے ہندوستان میں نہیں ہیں غلّہ رکھنے کے لئے مقبرہ بہتر جگہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اِس سے اُن نذر و نیاز کو کوئی خاص خصوصیت حاصل نہیں ہوتی جو غلّہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ تمام نذر و نیاز کا روپیہ یکساں ہے خواہ وہ مقبرہ پر چڑھایا جائے یا ایسے غلّوں میں ڈالا جائے جہاں مقبرہ کا وجود نہیں یا وہ ذاتی مکانوں میں رکھے ہوئے ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ ذاتی غلّوں کا سوال اِس مقدمہ سے غیر متعلق ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہاں اپنے دلائل بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ ذاتی غلّوں کے متعلق شہادت موجود نہیں ہے۔ اور میں اُس پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ شہادتیں موجود ہیں کہ پرائیویٹ غلّے بھی ہوتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کو ذاتی غلّوں کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ علٰحدہ کر دئے گئے ہیں یہ عدالت کا حکم ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم اِس کو بتلانا چاہتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ قاعدے کو تسلیم کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ بتلا رہا ہوں کہ ہماری دلیل کیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ ایسی چیزوں پر بحث نہیں کر سکتے جس پر شہادت موجود نہ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب کے سامنے بحث نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ تبلانا چاہتا ہوں کہ ہمارا مقدمہ کیا ہو عدالت کہتی ہر کہ یہ غیر متعلق ہے۔ اب میں اسپر بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ عدالت نے پرائیویٹ غلوں کے مسئلہ کو مسترد کر دیا۔ اِس کے بعد ہمارا دعویٰ ہر کہ غلہ کا روپیہ دعوت فنڈ کا جُز ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کو میرا حکم ماننا پڑے گا۔ میں ایسے معاملات پر دلائل نہیں سُن سکتا جن کو میں نے مسترد کر دیا ہو۔ مجھے اُمید ہر کہ آپ میرا وقت بحث و تکرار میں ضائع نہ کرینگے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اب پرائیویٹ غلوں کا ذکر نہ کروں گا۔ مجھے یہ نہیں خیال تھا کہ عدالت کا یہ بھی حکم ہر کہ ہم اِس پر بھی بحث نہیں کر سکتے۔ زرِ غلّہ دعوت فنڈ کا جز ہر اور جو شخص روپیہ غلّہ میں ڈالتا ہر خواہ اُس کی مراد پوری ہو یا نہو وہ اچھی طرح جانتا ہر کہ ازروئے مذہب ملا صاحب کو کامل اختیار ہر کہ یہ پیسہ کس طرح صرف کیا جائے یہی ہمارا مقدمہ ہر۔ ملا صاحب کو کامل آزادی حاصل ہوتی ہر کہ جس طرح چاہیں اپنی رائے سے صرف کریں۔

جسٹس مارٹن۔ شیخ کو کب نے کہا ہر کہ وہ خدا کی ملکیت ہر۔ کیا اسپر بھی آپ تکرار کرتے ہیں یہی بات آپ کے اس گواہ نے کہی ہر نیز دوسرے گواہوں نے بھی ایسا ہی کہا ہر۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارے بعض گواہوں نے ایسا کہا ہر بعض نے یہ کہا ہر کہ وہ اِس ارادہ سے روپیہ ڈالتے ہیں کہ ملا صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جسٹس مارٹن۔ اِس مسئلہ پر آپ کا کیا کہنا ہر۔ اِس میں کس کا بیان صحیح ہر اور کس کا

غلط ہو۔

مسٹر الوئیرارٹی۔ ہمارا کہنا ہو کہ از روئے مذہبِ داؤدی بوہرہ ملا صاحب کو کامل اختیار ہو کہ زرِ غلہ کو دعوت کے اغراض میں صرف کریں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا وہ خدا کی مِلک ہو یا نہیں؟ آپ کا کیا کہنا ہو

مسٹر الوئیرارٹی۔ اگر ملا صاحب کے کامل اختیارات اور خدا کی مِلک میں کوئی تعارض واقع ہوتا ہو تو میں کہوں گا کہ وہ خدا کی ملک نہیں ہو۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ملا صاحب دنیا میں نائب خدا ہیں اور اُن کے احکام گویا خدا کے احکام ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اس کو اچھی طرح واضح کیجئے

مسٹر الوئیرارٹی۔ اگر آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں تو مجھ سے جواب لیجئے

جسٹس مارٹن۔ آپ کا جواب کیا ہو۔ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ زرِ غلہ حسب بیان شیخ کوکب اور دیگر گواہان خدا کی ملکیت ہو۔

مسٹر الوئیرارٹی۔ میرا جواب یہ ہو۔ مجھے خبر ہو کہ ہمارے بعض گواہوں نے کہا ہو کہ یہ خدا کی ملکیت ہو۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ ساری شہادتوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہو کہ ملا صاحب کو کامل اختیارات حاصل ہیں کہ اپنی مرضی کے مطابق روپیہ کو دعوت کے اغراض و مقاصد میں صرف کریں۔ اگر اس میں اور خدا کی ملک ہونے میں تعارض واقع ہوتا ہو تو میں اُس کو خدا کی ملک تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن داعی کا حکم مانا جاتا ہو اور اُن کے طرزِ عمل اور خدا کی ملکیت میں تعارض واقع نہ ہوگا اگر عدالت یہ فیصلہ کرے کہ بوہروں کا مذہب یہ ہو کہ داعی

کا حکم گویا خدا کا حکم ہے تو خواہ وہ خدا کی ملکیت ہو یا نہو اُن کی رائے پر ٹھیک طور سے عملدرآمد ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ شہادتوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ملا صاحب روپیہ کو خرچ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کی ملکیت ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ مسجد پر عائد ہوتا ہے۔ کیا آپ مسجد اور غلہ میں امتیاز کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسجد (اور طرح) استعمال نہیں کیجا سکتی۔

جسٹس مارٹن۔ کیا مسجد خدا کی ملکیت ہے

مسٹر انویرارٹی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خدا کے لئے مذہبی ٹرسٹ ہے اور ہمیں اس میں عذر نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ سے سوال پوچھتا ہوں۔ اگر آپ اس پر غور کرنے کے واسطے وقت چاہتے ہیں تو مجھے بتلائیے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر میں محسوس کروں کہ میں جواب نہیں دے سکتا تو ایسا کروں گا۔

جسٹس مارٹن۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ سوال مشکل ہے

مسٹر انویرارٹی۔ میں کہتا ہوں کہ مسجد خدا کی ملکیت ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں

مسٹر انویرارٹی جیسا کہ انگلینڈ میں قبرستان کو ہم خدا کی ملکیت کہتے ہیں اور یہ بالکل بیرون قیاس ہے کہ دنیا میں خدا کا نائب جس کو ہم داعی کہتے ہیں ایسا حکم دے جو خانہ خدا ہونے کے خلاف پڑے۔ کوئی بوہرہ اس کے امکان کا خیال نہیں کر سکتا۔ میں جواب میں

ہاں یا نہیں نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ تشریح طلب ہے۔

زرِ غلّہ خیراتی اغراض کے علاوہ اور کئی کاموں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ تین مثالیں ایسی موجود ہیں جن کی نسبت کوئی متکرار نہیں ہے۔ اوّل وہ چراغاں جو بادشاہ کی سیاحت ہند کے وقت کیا گیا تھا۔ نہ محض مسجد بلکہ ساری سڑک اور عمارت پر روشنی کی گئی تھی۔ دوسرا وہ خرچ ہے جو جام نگر اور بمبئی میں بوہروں کی بریت کے لئے مقدمہ میں کیا گیا تھا یہ سب صحیح معنوں میں اغراض دعوت ہیں لیکن اُن کو خیراتی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ مذہبی جھگڑے کسی تیوہار کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ ہمیں اِن کی تفصیل نہیں معلوم لیکن ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ جھگڑا ایک مرتبہ محرّم میں پیدا ہو گیا تھا۔

مسٹر الویرارٹی۔ یہ خیراتی نہیں ہو سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ میں نہیں جانتا۔

مسٹر الویرارٹی۔ یہ مذہب ہی تک محدود نہیں ہو گا۔

جسٹس مارٹن۔ جب آپ کی جماعت کے لوگوں کے ساتھ غیر منصفانہ طور پر برتاؤ کیا جاتا ہے تو میں نہیں خیال کرتا کہ اُس کو بجز خیرات کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

مسٹر الویرارٹی۔ یہ اغراض دعوت سے ہے لیکن خیراتی نہیں ہو سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کن کو تکالیف کا سامنا ہوا تھا آیا وہ ملّا تھے یا نہیں۔

مسٹر الویرارٹی۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ زرِ غلّہ کے تمام اخراجات جو دعوت کا

قرضہ ادا کرنے میں لگائے گئے وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ میں بتلا چکا ہوں کہ یہ آٹھوں رقمیں زیر غلہ سے لی گئی ہیں۔ اُن آٹھوں مدوں کے متعلق جو غلہ سے بدری محل کے لئے صرف کی گئیں۔ ہمارا کہنا ہے کہ یہ سب دعوت کے قرضہ کی ادائیگی میں صرف ہوئیں جو اغراض دعوت سے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ نہایت حیرت انگیز ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ فاتحہ اور عرس کے اخراجات خیراتی اغراض نہیں ہیں۔ اگر وہ ایسے ہیں تو گویا ایک فنڈ ہے جو خیراتی اور غیر خیراتی اغراض میں ملا صاحب کی مرضی کے مطابق صرف ہو سکتا ہے فرض کیجئے کہ ملا صاحب مسجد کی مرمت کراتے ہیں۔ اور تبرک و عرس کے اخراجات بھی پورا کرتے ہیں اور یہ بھی فرض کیجئے کہ یہ اخراجات خیراتی ہیں تو کیا کوئی شخص اُس وقت تک شکایت کر سکتا ہے جب تک کہ وہ مسجد کا انتظام اور اُس کی مرمت اور عرس کے اخراجات پورا کرتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا کسی خیرات کی نسبت خواہ پرائیویٹ ہو؟

مسٹر انویرارٹی۔ یہ علٰحدہ خیرات نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فاضل رقم کا کیا ہوگا۔

مسٹر انویرارٹی۔ فرض کیجئے کہ ڈ نے خیرات کے اخراجات پورے کئے اور ب ٹرسٹ کا روپیہ رکھتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا کوئی مقصد نہ ہوگا جس پر خیراتی فنڈ خرچ کیا جائے

لیکن بعد میں ٹرسٹی عدالت میں آئیگا اور کہیگا کہ اس فاضل رقم کا کیا کیا جائے۔

مسٹر انویرارٹی - اگر آپ اس کو اس طرح مانتے ہیں تو میری دلیل غلط ہی۔ اگر ہماری دلیل صحیح ہی کہ زرِ غلّہ دعوت کا جز ہی۔ اگر دراصل یہی ہی تو اُس نے کسی اور غرض کے لئے صرف نہیں کیا۔

جسٹس مارٹن - ایڈوکیٹ جنرل یہ نہیں کہتے کہ غلّہ کے خیراتی اغراض و مقاصد صرف مسجد، عُرس اور چراغاں ہی تک محدود ہیں۔ وہ اِس کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بقایا حسب مرضی ملّا صاحب کسی خیراتی اغراض میں لگنا چاہیئے۔ میرا خیال ہی کہ اُنہوں نے کہا ہی کہ جماعت کے غربا کی امداد میں صرف ہونا چاہیئے۔

مسٹر انویرارٹی - انہوں نے یہ اشارہ کیا تھا کہ فنڈ کی غرض چاندبھائی کی رُوح کو ثواب پہونچانا ہی وہ صرف کسی خیراتی اغراض کے ذریعہ ہو سکتا ہی۔

جسٹس مارٹن - جہاں تک میں سمجھا ہوں خیراتی اغراض سے اُن کی مراد مسجد کا انتظام - عُرس اور روشنی سے تھی اور بقایا ایسے خیراتی اغراض کے لئے تھا۔ جیسے جماعت کے غربا کے فوائد وغیرہ اور جہاں ملّا صاحب مناسب خیال فرمائیں۔ اس کے آگے اُن کی یہ دلیل تھی کہ چونکہ ٹرسٹ کا انکار کیا گیا ہی اس لئے عدالت اپنی رائے پر عمل پیرا ہوگی۔

مسٹر انویرارٹی - فرض کیجئے کہ عدالت عالیہ یہ رائے قائم کرتی ہی کہ نذر و نیاز دینے والوں کی نیّت یہ ہوتی ہی کہ غلّہ کا روپیہ خیراتی اغراض میں صرف کیا جائے۔ پھر اسکو مسجد اور عُرس تک محدود نہیں کر سکتے؟ ہمارا کہنا ہی کہ یہ خیراتی فنڈ نہیں ہی کیونکہ جو شخص اِس کا

انتظام کرتا ہو اُس کو اختیار کامل حاصل ہو کہ دعوت کے اغراض میں جس طرح چاہے صرف کرے۔ ہمارے پاس اس امر کے واسطے سند موجود ہو کہ جس وقت منتظم روپیہ کو اپنی رائے سے خیراتی اور غیر خیراتی اغراض میں صرف کرتا ہو تو اُس کو خیراتی ٹرسٹ نہیں کہہ سکتے اور جس کو عدالت تسلیم کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ روپیہ غیر خیراتی اغراض میں بھی صرف ہوا ہو اور جو شخص نذر چڑھاتا ہو بخوبی جانتا ہو کہ یہ روپیہ ملا صاحب اپنی ہی رائے سے اپنے مذہب کے مطابق کسی غرض میں جہاں چاہیں صرف کر سکتے ہیں۔ پس آپ یہ رائے قائم نہیں کر سکتے کہ عطیات جو غلہ فنڈ میں بعد منت پورا ہونے کے ڈالے جاتے ہیں یا بطور چندہ وصول ہوتے ہیں وہ خیراتی اغراض میں صرف ہوتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ تھوڑی دیر کے لئے گذشتہ باتوں پر غور کیجئے۔ ہمارے پاس پچاس برس کا حساب کتاب موجود ہو لیکن آپ صرف دو مثالیں پیش کر سکتے ہیں (۱) عرس (۲) ادائگی قیدیوں کے متعلق۔

مسٹر انویرارٹی۔ اور چراغاں

جسٹس مارٹن۔ اور چراغاں۔ فرض کیجئے کہ یہ خیراتی ٹرسٹ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ خیراتی ٹرسٹ ہو جائیگا اگر جناب والا یہ رائے قائم کریں کہ یہ خیراتی فنڈ ہو

جسٹس مارٹن۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پچاس سال تک روپیہ ایک خاص صورت میں صرف ہوا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن آپ یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ وہ خیراتی فنڈ ہی جبکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ داؤدی بوہروں کا مذہبی عقیدہ یہ ہی کہ ملا صاحب کو اختیار کامل حاصل ہی کہ جس طرح چاہیں روپیہ صرف کریں۔ کیونکہ جس وقت ہم صندوق میں روپیہ ڈالتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ یہ اُن کا مذہب ہی اور وہ لوگ خیراتی مقاصد کے لئے روپیہ نہیں دیتے ہیں۔ وہ ایسے مقاصد کے لئے روپیہ دیتے ہیں جن کے بارے میں ملا صاحب حکم دیں ممکن ہی کہ وہ انہیں خاص خاص مقاصد کی امید رکھتے ہوں۔ لیکن جس وقت نذر چڑھاتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ بہت ممکن ہی کہ ملا صاحب عرس وغیرہ میں صرف کریں لیکن وہ اِس غرض سے نہیں ڈالتے کہ ملا صاحب کو لازماً ایسا کرنا پڑے گا۔ اگر اُن پر یہ لازمی نہیں ہی تو یہ خیراتی فنڈ نہیں ہی اور آپ کو اِس نتیجہ پر آنا چاہئے کہ داؤدی بوہرے ایسا عقیدہ نہیں رکھتے۔ ہر داؤدی بوہرہ اچھی طرح جانتا ہی کہ از روئے مذہب ملا صاحب کو کامل اختیار حاصل ہی کہ اپنی رائے سے اس روپیہ کو صرف کریں۔ وہ کبھی امید نہیں کرتے کہ وہ رقم کسی خاص طریقہ سے صرف کیجائیگی۔ اگر عدالت عالیہ اِس امر کا فیصلہ کرے کہ یہ اُن کا عقیدہ نہیں ہی تو میری یہ دلیل کالعدم ہو جاتی ہی۔ اب کیا ہوتا ہی۔ میں گواہوں کے اظہارات کے باہر نہیں جاؤں گا لیکن میرا خیال ہی کہ اس امر پر شہادت گذر چکی ہی کہ ہر غلّہ کا حساب کتاب علٰحدہ ہوتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کی غرض دوسرے غلّوں سے ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ تمام غلّے جن کے بارے میں شہادتیں پیش ہو چکی ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اُن کا حساب اُن کے منتظمین رکھتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ان غلوں کا انتظام ملا صاحب کے تنخواہ دار ملازمین نہیں کرتے

بعض عمال اُس کا انتظام کرتے ہیں لیکن کثرت سے اس کا انتظام وہ مقامی

بڑے بڑے سربرآوردہ سیٹھ کرتے ہیں جن کو غلہ کا انتظام سپرد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا

کیا نتیجہ ہوتا ہے دس میں سے ۹ غلوں میں جو جمع ہوتا ہے وہ مقامی اخراجات کے لئے پورا

نہیں ہوتا اور اصولاً اِس کمی کو دعوت پورا کرتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہم ناممکن الخیال باتوں پر بحث کر رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ قانونی

غرض کے لئے ممکن الخیال اور ناممکن الخیال باتیں پیش نظر رکھیں۔ ہمیں ان واقعات

کی جانچ پڑتال کرنی ہے۔ میں کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتا لیکن آپ کی دلیل کا یہ مطلب

ہے کہ ملا صاحب روپیہ اپنے جیب میں رکھ سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ روپیہ اپنے جیب میں رکھنے کے مدعی نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ یہ کتاب پڑھیں گے (انویرارٹی کو ایک کتاب دیتا ہے)

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے) یہ اس امر کو فرض کر لیتا ہے کہ فنڈ خیراتی ہے اگر از روئے

مذہب وہ اپنی منشاء سے جو چاہے کرے تو وہ خیراتی نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ خواہ ٹرسٹ ہو یا نہ ہو۔ ٹرسٹی روپیہ اپنے جیب میں رکھ سکتا ہے۔

(ملاحظہ ہو۔ اول چینسری بابت ۱۹۰۹ء صفحہ ۲۰۷)

مسٹر انویرارٹی۔ میرے پاس یہ مقدمہ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں اُن حقوق کا حوالہ دے رہا ہوں جو میرے ذہن میں بیٹھتا ہے۔

مسٹر الوبیرارجی۔ یہ اُس وقت ہوگا جب خیراتی ٹرسٹ ثابت ہو جائے۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں۔

مسٹر الوبیرارجی۔ اِس میں ثابت ہوا تھا کہ کوئی خیراتی ٹرسٹ نہیں تھا۔

جسٹس مارٹن۔ پھر ایک دوسرا فقرہ "مارس کیس" میں قابل غور ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ٹرسٹی کو یہ اختیار ہے کہ ٹرسٹ کو پورا کرے یا نہ کرے تو وہ ٹرسٹ نہیں ہے۔

مسٹر الوبیرارجی۔ بالکل ایسا ہی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ تمہیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ ایک طرف آپ کا کہنا ہے کہ ایک ناممکن الخیال بات ہے کہ ملا صاحب ایک خاص طریقہ کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کریں گے۔ ذرا اِس کو یہاں منطبق کیجیے۔ "یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے کہ وہ کوئی غلط بات کرینگے" تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ "اگر وہ چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں"۔

مسٹر الوبیرارجی۔ اصولاً وہ بالکل بے گناہ سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کے احکام گویا خدا کے احکام ہیں۔ وہ روپیہ اپنے جیب میں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ "میں عملاً دعوت کے اغراض میں صرف کرنے کا پابند ہوں۔ میں دوسرا خیال دِل میں نہیں لا سکتا۔ یہ محض میری رائے پر منحصر ہے۔ یہ خیراتی نہیں ہے کیونکہ دعوت کے معاملات عام فوائد کے لیے ہوتے ہیں"۔

جسٹس مارٹن۔ گواہان اِس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو غیر دعوتی اغراض میں صرف کر سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جانتا ہوں اُن کا اصول یہ ہے کہ اُن کا حکم خدا کا حکم ہے۔ لیکن ملا صاحب کہتے ہیں کہ میں اُسے اپنی ذاتی ملکیت نہیں کہتا۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُنھوں نے اِس امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ میں نے اُن کا حلفیہ بیان داخل کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ انھوں نے اِس خیال کی تردید کی تھی کہ "وہ جایدادیں میری ذاتی مِلک ہیں" اور وہ اپنی گواہی میں فرماتے ہیں کہ یہ لازمی ہے کہ اُنہیں اغراضِ دعوت میں صرف کیا جائے تاہم مجھے کامل اختیارات حاصل ہیں کہ میں اپنی مرضی سے جو چاہوں کروں"۔ اگر اُن کا بیان صحیح ہے تو یہ خیراتی فنڈ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ٹرسٹ ہو لیکن وہ خیراتی ٹرسٹ نہیں ہے۔ میرے لئے بہتر ہے کہ میں اپنے دلائل پیش کروں۔ آغا خاں کا مقدمہ بالکل اسی طرح ہے۔ اِس مقدمہ میں نذر و نیاز پیشتر آغا خاں کو دیئے جاتے تھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آغا خاں نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا وہ امام ہونے کے مدّعی تھے۔ یہ رتبہ داعی سے بہت بڑا ہے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ تمام نذر و نیاز جو خوجے چڑھاتے ہیں پیشتر اُنہیں دیئے جاتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مدّعی خواہ سنّی ہوں یا شیعہ لیکن اُن پر قانون کی پابندی لازمی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آغا خاں امام ظاہر ہیں۔ ایسی صورت میں جو نذر و نیاز خوجے چڑھاویں اُس کے وہ حقدار ہیں۔ اگرچہ وہ پبلک اغراض ہوں جناب والا اِس مقدمہ کا فیصلہ دیکھ سکتے ہیں کہ اِس میں جو نذر و نیاز خوجے چڑھاتے تھے ۔ اُنکو آغا خاں

جماعت کے اغراض میں مثلاً جماعت خانہ وغیرہ میں صرف کرتے تھے۔ جماعت خانے مسجد کی طور پر مستعمل ہیں لیکن وہ مسجد نہیں ہی مگر مذہبی عبادت کی جگھ ہی تاہم یہ سب آغاخاں کے قبضہ میں ہیں کیونکہ وہ امام ہیں۔ وہ (قومی جائدادیں) بحیثیت امام کے دی جاتی ہیں اور تمام مقامات پر (جہاں خوجے عبادت کرتے ہیں) جماعت خانے۔ انسٹی ٹیوشن معہ مدارس کے تمام آغا خاں کی رائے کے مطابق چلائے جاتے ہیں۔ یہ سب جائدادیں اُن کی ذاتی نہیں ہیں بلکہ وہ امام ہونے کی حیثیت سے مالک ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ فیصلہ میں صاف صاف مذکور ہی یہ ہمارے دعوی کے مانند ہی کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے استعمال کرسکتے ہیں کیونکہ ہم داعی ہیں اور وہ ہمارے مذہب کا جز ہی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ مقدمہ بطور نظیر کے پیش کرنا چاہتے ہیں تو آپ ایسا کرسکتے ہیں میں کونسل کے بیان کو قبول نہیں کرنا چاہتا۔ آپ کو مقدمہ معمولی طور سے پیش نہیں کرنا چاہیئے

مسٹر انویرارٹی۔ ۱۲ بمبئی لارپورٹ صفحہ ۳۲۳ (صفحہ ۳۴۰ کو پڑھتا ہی) پھر صفحہ ۳۴۶ (پڑھتا ہی "مفصلاً پڑھنے کی ضرورت نہیں ہی") یہ زکوٰۃ ۱۰ فیصدی کی مانند ہی (آگے پڑھتا ہی) میں نے صحیح کہا تھا کہ نذر و نیاز امام کو دئے جاتے ہیں اور جماعت کے تمام مقامی اخراجات بھی اسی سے پورے کئے جاتے ہیں۔ صفحہ ۳۶۲ (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۳۶۳ کے پیشتر ذرا صفحہ ۲۶۰ دیکھئے پیراگراف ۲۔ آخر میں (پڑھتا ہی) بعد میں تیسرا پیرہ گراف جو اوپر ہی (پڑھتا ہی)

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ تبلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ امام کو چونکہ خوجوں کی املاک پر

اختیارِ کامل حاصل ہی۔ اس لئے اُن کو حق حاصل ہی کہ جس طرح چاہیں نذر و نیاز کو صرف کریں۔ نذر و نیاز انہیں ذاتی طور پر نہیں دیئے جاتے ہیں۔ یہ مضمون ۳۶۲ تک مسلسل ہی (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ صفحہ ۳۲۴ کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ اُس صفحہ کے نیچے کے حصہ کو دیکھئے اِس میں اِس امر کی درخواست کی گئی تھی کہ مدعا علیہ نمبر ۱ کو امتناعی حکم دیا جائے کہ وہ اپنی بیان کردہ روحانی یا معاشرتی حیثیت میں نہ تو نذر و نیاز طلب کرے اور نہ وصول کرے یہ مضحکہ انگیز ممانعت ہی۔ اسی اِمتناعی حکم کا فیصلہ جج کر رہا تھا یہاں کسی شخص نے اس امر کی درخواست نہیں کی ہی کہ ملّا صاحب کو "سلام" لینے کی ممانعت کر دی جائے۔

مسٹر انویرارٹی۔ گواہوں نے بیان کیا ہی کہ ملّا صاحب کو اختیارات حاصل ہیں۔ اگر یہ اختیارات تسلیم نہ کئے گئے تو ہم لوگ روپیہ غلّہ میں نہیں ڈالیں گے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ اُن کی مرضی ہی مجھے قانونی طور پر فیصلہ صادر کرنا ہی یہ مقدمہ حکم امتناعی کے متعلق فیصلہ کر رہا ہی۔ یہ حکم امتناعی بھی ناممکن العمل تھا۔ یعنی یہ کہ خوجے آغا خاں کو کوئی نذر و نیاز نہ دیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ آغا خاں کا مقدمہ اِس مقدمہ سے ملتا جلتا ہی۔ اس میں جو نذرانے دیئے جاتے تھے اُن کو ذاتی طور پر نہیں دیئے جاتے تھے بلکہ بطور امام کے۔ اِسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ملّا صاحب کو بحیثیت داعی کے دیا جاتا ہی جس پر اُنہیں اختیار کلّی حاصل ہوتا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ شاید آپ صفحہ ۳۶۳ دیکھتے ہیں (پڑھتا ہے)۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہماری تکرار یہ ہے کہ یہ بوہروں کا مذہب ہے۔

اڈوکیٹ جنرل۔ اگر عدالت اِس امر میں کہ آغا خاں کو حق حاصل تھا کہ عطیہ اپنی مرضی سے خود صرف کریں یا بذریعہ وصیت یا کسی اور طرح سے صرف کریں۔ مسٹر انویرارٹی کی ذاتی قانون دانی سے فائدہ اُٹھائیگی تو مجھے مجبور ہونا پڑے گا۔

جسٹس مارٹن۔ مسٹر انویرارٹی گواہی نہیں دے رہے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے اِس کا اِس لئے حوالہ دیا ہے کہ نذر و نیاز اُن کو ذاتی طور سے نہیں دئے جاتے تھے بلکہ امام کی حیثیت سے۔ اور امام ہونے کی حالت میں وہ جس طرح چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نے اپنا مقدمہ ایسا ہی ثابت کر دیا اور عدالت عالیہ اِس نتیجہ پر پہونچتی ہے کہ ازروئے مذہب داؤدی بوہرہ ملا صاحب کو کامل اختیارات حاصل ہیں کہ وہ روپیہ جس طرح چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ اُس وقت ہم مقدمہ آرٹن رپورٹ جینیری پیش کریں گے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس کے آگے چلئے۔ کاغذ وجہ ثبوت ۱۰۵ کے رو سے اغراض دعوت غیر خیراتی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم یوں شروع کرتے ہیں کہ نذر و نیاز پر اُن کو کامل اختیارات حاصل ہیں اور وہ بحیثیت داعی انتظام کرتے ہیں انہوں (ملا صاحب) نے بہت سی مثالیں دی ہیں جب سوداگر مصیبت میں پڑ جاتے ہیں تو ملا صاحب اُن کی مدد کرتے ہیں۔ یہ

خیرات نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن مجھے نہیں معلوم۔ آپ جماعت کے مفاد کے لئے (نذر و نیاز) حاصل کرتے ہیں۔ اِس سے آغاز کیجیے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو پھر چار باتیں ملتی ہیں عطیات چند مذہبی معانی رکھتے ہیں۔ اِس کا تعلق منتیں سے بھی ہو سکتا ہے بعض گواہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی ملکیت ہے نہیں دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد کاروبار شروع کرنے والوں کی امداد ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ فرض کیجیے کہ ایک سوداگر عارضی مشکلات کے وقت یہ امداد لیتا ہے گو وہ غریب نہیں ہے۔ مشکلات نے اسے مجبور کیا اور اُس کی امداد کی گئی۔ کیا یہ خیرات عام کہلائیگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ عطیہ کچھ مذہبی معنی رکھتا ہے اور اِس کے بعد لوگوں کی امداد روپیوں سے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اِس وقت ایک مثال پیش کرتا ہوں جو ابھی میرے ذہن نشین ہوئی ہے۔ لارڈ رابرٹسن کہتے ہیں کہ فرض کیجیے کہ یہ داؤدی بوہروں کے لئے مفید ہے کہ وہ گورنمنٹ کے خلاف سیاسی تحریکات میں حصہ لیں۔

جسٹس مارٹن۔ بہتر ہوتا کہ اسے آپ چھوڑ دیتے۔ میں اس پر غور نہیں کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ سیاسی معاملات اِس عدالت میں لائے جائیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں کوئی سیاسی مسئلہ یہاں پیش نہیں کرتا۔

جسٹس مارٹن۔ آپ ایسی مثال پیش کیجئے جس کا تعلق ذرا بھی سیاست سے نہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں ایسی مثال پیش کرتا ہوں جسے لارڈ رابرٹ سن نے لکھا ہے۔ انگلستان کے سیاسی اغراض میں اگر چندہ دیا جائے تو وہ فائدہ عام کے لیئے ہوگا۔ لیکن اُسے خیرات نہیں کہہ سکتے۔ یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ خیرات ہوگا تاہم دعوت سے اُس کی ادائگی مناسب ہوگی۔ دعوت سے اُس کی ادائگی بالکل جائز ہوگی۔ یہ جماعت کے فوائد کے لیئے ہے تاہم وہ خیرات شمار ہوگی۔ مارٹن نے خیرات کی چار قسمیں قرار دی ہیں اُن میں یہ ہرگز نہیں کہا گیا کہ جماعت کے فوائد کی غرض سے جو کام کیا جائے وہ ضروری خیرات ہو۔ ۱۹۰۱ء۔ اپیل کیس صفحہ ۵۳۱ پر انہوں نے خیرات کی چار قسمیں قرار دی ہیں آخری قسم جماعت کے مفاد کے لیئے ہے اس کا حوالہ لارڈ لنڈلے نے صفحہ ۵۱۴ دوم چینسری بابت ۱۹۰۸ء میں دیا ہے جسٹس لنڈلے صفحہ ۴۶۶ پر یوں لکھتے ہیں (پڑھتا ہے) جسٹس رگبی صفحہ ۴۷۳ پر بھی یہی کہتے ہیں (پڑھتا ہے) (صفحہ ۴۷۵ پڑھتا ہے) جسٹس فیرول نے ۱۹۰۸ء چینسری دوم صفحہ ۶۶ پر یہی لکھا ہے۔ مقدمہ صفحہ ۶۰ پر درج ہے فقرہ صفحہ ۶۶ پر درج ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ مقدمہ کس بارے میں ہے

مسٹر انویرارٹی۔ عطیہ افسروں کی "میس" کے کتب خانہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اُنہوں نے یہ رائے قائم کی کہ وہ صحیح خیرات تھا کیونکہ اُس سے فوج کی حالت بہتر ہوتی ہے۔ مقدمہ ڈن بنام برن ۱۹۱۲ء مقدمات اپیل کے صفحہ ۴۰۷ پر لارڈ میکناٹن خود فیصلہ کرتے ہیں

کہ رومن کیتھولک آرچ بشپ کے لیے جو ترکہ چھوڑا گیا تھا وہ خیراتی نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ذرا اِس مضمون کو پھر پڑھیے (پڑھتا ہے)۔

پیشتر اس خاتون کے مقدمہ کی طرح کوئی خاص انسٹی ٹیوشن کو لیجئے۔ پھر دو شقیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر وہ مذہبی عورتیں اپنی روح کے فوائد کے لیے کام کرتی ہیں تو بیشک وہ خیرات نہیں ہے اگر وہ لوگوں کی روح کے فوائد کے لیے کام کرتی ہیں تو ضرور خیرات ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ مقدمہ "کاکس بنام مینر" ۱۲۔ ای کوئی ٹی ہے چینسری کے دو مقدمے اور ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ میں پہلے آسٹریلیا والے مقدمہ کو لینا چاہتا ہوں جس کا ذکر آپ کر چکے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے نیوزیلینڈ کے مقدمہ کا ذکر کیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ عنوانی نوٹ وصیت کنندہ کے الفاظ میں مذہبی اغراض کے ہم معنی نہیں ہے (پڑھتا ہے)

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب کے سامنے حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ۱۹۰۲ء۔ دوم چینسری صفحہ ۶۴۲۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن وہاں عطیہ د۔ ب۔ ج یا اُن کے جانشینوں کے نام تھا۔ البتہ ایک یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ کیا اُس کو وہ اپنی ذات کے لیے عطیہ کہہ سکتے تھے۔ عدالت نے یہ رائے قائم کی کہ نہیں جس وقت ان جانشینوں (د۔ ب۔ ج) کی پوزیشن کا خیال

کیا گیا تو معلوم ہوا کہ عطیہ خانقاہ کے لئے تھا۔ اس لئے وقت کی سسٹر کو دیا جاتا تھا اُنھوں نے خیرات کی حیثیت اس بنا پر قرار دی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقدمہ میرے پاس موجود ہے ایک دوسرا مقدمہ بھی ہے۔ ۱۹۰۷ء اول چینسری۔ اس کے بارے میں رائے قائم کی گئی تھی کہ وہ خیراتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ فیصلہ جسٹس جوائس کا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقدمہ "کاکس بنام میننز" میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ عطیہ خیراتی نہیں ہے تاہم وہ صحیح عطیہ تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اس کا نوٹ میرے پاس موجود ہے۔ یعنی جسٹس جوائس کے فیصلہ کا۔ نیوزیلینڈ میں اس قسم کا مقدمہ ہوا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ۱۹۱۸ء اپیل کیس ہے۔ صفحہ ۲۹۲

جسٹس مارٹن۔ پھر اپیل کیس بابتہ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۳۷-۲۴۸-۲۴۹

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مجھے یاد ہے۔ اس میں بہت سی مثالیں درج ہیں جو جماعت کے فائدہ کے لئے ہیں جو خیراتی نہیں ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ خیرات کے متعلق جہاں رائے قائم کی گئی تھی وہ عدالت اپیل تھی نہ کہ دارالامرا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس مقدمہ کا نوٹ میرے پاس تھا۔ مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ آرچ بشپ کو اُن کے روحانی عہدہ کی حیثیت سے دیا گیا تھا جس کا خیرات میں خرچ کرنا اُن پر لازمی تھا

پھر بلیر بنام ڈکسن "مارچ ۱۹۰۱ء اپیل صفحہ ۳۰۔ عنوانی نوٹ یہ ہی (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ کیا الفاظ مذہبی ہیں یا خیراتی۔

مسٹر انویراریٹی۔ ایسے خیراتی یا اغراض عامہ۔ اس کے بارے میں یہ رائے قرار پائی

تھی کہ وہ صحیح عطیہ نہیں ہی۔ لارڈ رابرٹ صفحہ ۴۰ پر یوں لکھتے ہیں (پڑھتا ہی) ایک دوسرا

مقدمہ بھی ہی جو "کارمن بنام گارمن" ہی۔

جسٹس مارٹن۔ بحث پڑھیے۔

مسٹر انویراریٹی۔ ساری بحث وہاں موجود ہی۔

جسٹس مارٹن۔ ہم اچھی طرح نہیں سمجھے "عطیہ کسی خاص قصبہ کے باشندوں کے مفاد

کے لیے" یہاں ایک مثال ہی جہاں آپ عام الفاظ پاتے ہیں "کسی خاص قصبہ کے باشندوں

کے مفاد کے لیے" اس کو صحیح تسلیم کیا گیا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ ہمارے سامنے ایک جماعت کا خاص فرقہ ہی یعنی داؤدی بوہرہ۔

یہ ایک پائنٹ ہی جس پر میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں۔ فرض کیجیے کہ عطیہ دوامی طور پر

داؤدی بوہرہ جماعت کے مفاد کے لیے ہی۔ کیا یہ صحیح خیراتی عطیہ ہوگا کیونکہ پریوی کونسل

نے ایسا فیصلہ کیا ہی کہ میرا خیال ہی کہ ماریشس کا واقعہ ہی جہاں ایک اسلامی جماعت کے

لیے ایک عطیہ کے بارے میں صحیح عطیہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا۔ اگرچہ وہ چند مقامی قوانین

کے مطابق نہ تھا۔

مسٹر انویراریٹی۔ فرض کیجیے کہ ایک عطیہ ہی جو داؤدی بوہروں کی جماعت کے مفاد کیلئے دیا

یہ صحیح عطیہ ہوگا۔

جسٹس مارٹن۔ ایک شخص نے وصیت کے ذریعہ شہر بمبئی کے باشندوں کے فوائد کے لئے ایک عطیہ دائمی طور پر چھوڑا۔ انگلستان کے قانون کی بناء پر وہ صحیح خیراتی عطیہ ہوگا۔ یہاں داؤدی بوہروں کے فوائد کے لئے عطیہ ہے وہ بذات خود خیراتی عطیہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میری عرض ہے کہ سیاق وسباق سے ایسی باتوں کا موجود ہونا ضروری ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ خیراتی عطیہ ہے ورنہ محض ان الفاظ سے کہ "وہ جماعت بوہرہ کے لئے عطیہ ہے" وہ خیراتی نہ ہوگا۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ کے دلائل ایک آسان سوال کے متعلق سننا چاہتا ہوں وہ ایک اسلامی جماعت کے عطیہ کے بارے میں ہے۔ آپ کو مقدمہ اپیل ۱۹۰۸ء صفحہ ۵۲۶ یاد ہوگا۔ یہ مار شیش کا مقدمہ ہے اور ایڈوکیٹ جنرل نے اس کو ۱۹۰۸ء۔ ۲ چینسری صفحہ ۴۰ میں پیش کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہنٹر بنام اٹارنی جنرل میں لارڈ ہیلسبری یوں لکھتے ہیں۔ (پڑھتا ہے) یہاں تھوڑی سی مشکل آپڑی ہے کہ قانون کیا ہے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ نذر و نیاز اس علم و نیت سے دئے جاتے ہیں کہ ٹرسٹی (میں تھوڑی دیر کے لئے ٹرسٹی کہوں گا) اُن کو خیراتی یا غیر خیراتی اغراض پر حسب خواہش خود صرف کرے۔ سوال یہ ہے کہ نذر و نیاز پیش کرنے کے طریقہ سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ ایسے مقاصد کے لئے چڑھائے جاتے ہیں جس میں ملا صاحب کو آزادی نہیں ہے کہ جماعت کے فوائد کے لئے صرف کریں تو عدالت اُس وقت

یہ فیصلہ کرے گی کہ یہ خیراتی ہیں۔ دوسری جانب اگر یہ معلوم ہوجائے کہ یہ نذر و نیاز اِس علم اور نیت سے دئے گئے ہیں کہ مُلّا صاحب اُن کو اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہیں استعمال کریں تو اُس وقت یہ خیراتی ٹرسٹ ہوگا۔ ممکن ہے کہ ٹرسٹ ہو۔ ممکن ہے کہ وہ خیراتی عطیہ ہو اور جیساکہ کاکس بنام مینر میں فیصلہ ہوا روپیہ کی نسبت ممکن ہے کہ اُن سے محاسبہ بھی ہوسکے۔ میرے پاس ۱۲ ای کوئی ٹی کیس ہے (پڑھتا ہے۔ صفحہ ۵۸۶)

جسٹس مارٹن۔ اِس میں ٹرسٹ موجود تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ جہاں تک منتظمہ کا تعلق ہے ٹرسٹ موجود ہے۔ اُس کے لئے لازم تھا کہ خانقاہ والوں کو حساب سمجھائے۔

جسٹس مارٹن۔ اِسے آمدنی کی طرح خرچ کیا جاسکتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس کو اصل کی طرح صرف کرسکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اِسی لئے تو وہ صحیح عطیہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت کو معلوم ہوگیا کہ اگرچہ وہ خیراتی ٹرسٹ نہیں تھا تاہم یہ فیصلہ ہوا کہ وصول کنندہ ٹرسٹی تھا جس پر حساب سمجھانا لازمی تھا۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ وہ منتظمہ روپیہ کو اپنے جیب میں رکھ لیتی تو ایڈوکیٹ جنرل مقدمہ دائر کرتے۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں ایڈوکیٹ جنرل مقدمہ نہ چلا سکتے۔ وہ پرائیویٹ ٹرسٹ تھا صرف ٹرسٹی مقدمہ چلا سکتے تھے۔ اِسی طرح یہاں ممکن ہے کہ مُلّا صاحب دعوت کے ٹرسٹی ہوں اگرچہ

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ وہ ٹرسٹی ہیں) لیکن اگر وہ خیراتی نہیں ہو تو ایڈوکیٹ جنرل دخل نہیں دے سکتے پھر اگر یہ مذہبی عقیدہ نہ ہوتا کہ اُن سے محاسبہ نہیں کیا جاسکتا تو جماعت اُن سے حساب طلب کرتی لیکن وہ نائبِ خدا ہونے کی وجہ سے جو کام کرتے ہیں وہ خدا کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ ہمیشہ تسلیم کیا جاتا ہو کہ وہ روپیہ بحیثیت داعی کے لیتے ہیں۔ اس سے انکار ہو کہ وہ روپیہ ذاتی ملکیت کے طور پر لیتے ہیں۔ یہ انھوں نے مقدمہ کے ابتدا ہی میں فرمایا تھا اور اسی وجہ سے میں نے اُن کا حلفیہ بیان پیش کیا تھا۔ میرا خیال ہو کہ انھوں نے اپنی شہادت میں یہ بیان کیا ہو کہ انہیں دعوت ہی کے کام میں صرف کرنا ضروری ہو۔ مجھے ایسا ہی یاد پڑتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ یہ ظاہر ہو کہ جماعت کی بہبودی کے لئے وہ اُنکے قبضہ میں ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم ۱۹۶ مربع گز زمین بھی جماعت کے فوائد کے لئے رکھتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ جہاں تک مسجد کا تعلق ہو صفحہ ۴۹ کی ۱۵ ویں سطر دیکھیے "وہ جماعت کی طرف سے بحیثیت داعی کے قابض ہیں"

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا یہ کہنا ہو کہ یہ چیزیں اُنکے قبضہ میں ہیں تاکہ بحیثیت داعی تمام کاموں کو انجام دیں۔ اسکے ساتھ ساتھ مذہبی عقیدہ یہی ہو کہ وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ سب صحیح ہو خواہ عدالت اُسکے مطابق عمل کرے یا نہ کرے۔ اُنکا کہنا ہو کہ مجھ سے محاسبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ میں خطا و سہو سے مبرا ہوں۔ جو کچھ میں کرتا ہوں صحیح و درست ہو۔ یہی اُن کا اظہار ہو۔ تاہم جیسا میں نے پیشتر عرض کیا ہو اُس کا دار و مدار اس بات پر ہو کہ عدالت کیا رائے قائم کرتی ہو۔ اگر آپ کو اُنکے مذہبی عقاید تسلیم ہیں تو آپ کو

یقین کرنا چاہیئے کہ نذر و نیاز اس ارادہ سے چڑھائے جاتے ہیں کہ ملّا صاحب اُن کو اغراض دعوت کے لئے اپنی مرضی سے صرف کر سکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مقدمۂ ہٰذا میں جو بات پریشان کُن ہو وہ یہ ہو کہ ملا صاحب اور اُنکے کونسل کہتے ہیں کہ ہم رقوم غلہ کو اپنی ذاتی ملکیت نہیں شمار کرتے وہ ہمارے جانشینوں کو منتقل ہوتی ہیں وہ دعوت کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ جن داؤدی بوہروں نے شہادت دی ہو وہ سب کہتے ہیں کہ "وہ ملّا صاحب کی قطعی جائداد ہو۔ ہم لوگ ملّا صاحب کو دیتے ہیں۔ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں"۔ انھوں نے دعوت ہی تک محدود نہیں کیا۔ جب اُن سے جرح ہوتی ہو تو وہ کہتے ہیں کہ "ہم اُمید کرتے ہیں کہ ملا صاحب اِس مطلب میں صرف کریں گے"۔ بعضوں نے اِس میں کچھ ترمیم کی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُنکا عقیدہ ہو کہ "ملّا صاحب کا ہر حکم خدا کا حکم ہو اسلئے وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں"۔

جسٹس مارٹن۔ یہ ملّا صاحب کے اِس بیان کے خلاف ہو کہ "مجھے دعوت میں صرف کرنا پڑتا ہو"۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ کہتے ہیں کہ نائبِ خدا ہونے کی وجہ سے میرا حکم خدا کا حکم ہو اس لئے میں جو چاہوں وہ کر سکتا ہوں۔ مجھ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ یہ نذر و نیاز دعوت کے لئے دئے جاتے ہیں اگرچہ نائب خدا ہونے کی وجہ سے میرے کاموں کو غلط خیال کرنا ناممکن ہو۔

جسٹس مارٹن۔ خاص موقع پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رقمیں ایک خاص مقصد میں صرف ہوتی ہیں لیکن اُنکا کوئی مدعا نہیں ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ عملاً اس کا مدعا ہی کیونکہ وہ نہایت ذمہ دارانہ پوزیشن رکھتے ہیں۔ اُن کو اپنی جوابدہی کا بہت خیال ہے۔ متواتر گواہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہرگز غلطی نہ کرینگے۔ اُنہوں نے خود عدالت کو بتلایا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کی حد کہاں تک خیال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں دعوت پر صرف کروں گا۔ میں اپنے جیب میں نہیں رکھوں گا۔ اِن گواہوں کا خیال کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں کہ وہ اپنے جیب میں یہ رقم رکھ سکتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ رکھ سکتے ہیں۔ ان گواہوں میں اس قدر علم و ادراک نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ وہ ہمارے مذہبی عقاید کے روسے عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن از روئے عقایدِ مذہبی وہ ایسا ہرگز نہ کرینگے۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے خیال تھا کہ یہ بالکل صاف ہے کہ وہ زرِ علہ کو دعوت کے کاموں میں صرف کرنا لازمی خیال کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ یقیناً۔

جسٹس مارٹن۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ اگر میں پسند نہ کروں تو میں استعمال نہ کروں گا۔

مسٹر انویرارٹی۔ دعوت کے اغراض خیرات کے اغراض سے بالکل مختلف ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ میں دعوت کے اغراض کے ہر مد کو لینا چاہتا ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں ایسا کہنے والا تھا۔ میں سیاسی تحویلِ اشاعت کو لانا نہیں چاہتا لیکن فرض کیجئے کہ بوہرہ جماعت کسی خاص فنڈ میں چندہ دینا چاہتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اوّل تو انہوں نے دعوت کے اغراض اپنی شہادت میں بیان کئے ہیں۔ بعد میں محاسب نے دعوت کے اخراجات پیش کئے۔ کاغذ وجہ ثبوت ۱۸۵۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ایک کو لیجیے، اور بتلائیے کہ کون خیراتی ہیں اور کون نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اسپر غور کریں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں سمجھا کہ عدالت کیا چاہتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ دیکھیے ملا صاحب خود کیا کہتے ہیں۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ میں حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ملا صاحب کی گواہی صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲۔ جرح صفحہ ۲۷۶ تا ۲۸۰۔ وظیفہ کا حساب صفحات ۶۳۹ و ۶۴۰۔ بقیہ میں صفحات ۷۰۷ تا ۷۱۱۔

جسٹس مارٹن۔ خاص خاص باتوں کو لیجیے۔ یہ واقعہ نہیں ہے کہ ملا صاحب پر کسی قسم کی قید لگائی جاتی ہے۔ آپ صرف اغراضِ دعوت پر بحث کیجیے۔ کس قدر شہادت موجود ہے کہ غلہ فنڈ اغراضِ دعوت میں صرف ہوا ہے باستثنائے بدری محل۔ واقعاتِ محرّم اور چراغاں کے سوا چاندہ بھائی کا غلہ اغراضِ دعوت میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اگر بمبئی کے باہر کسی غلہ کو لیں تو وہ معمولی دعوت میں صرف ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس کو بالعموم لیجیے۔ کثیر التعداد غلوں میں یہ ملیگا کہ اس فنڈ کی آمدنی معمولی مقامی اخراجات کے لئے بھی کافی نہیں ہوتی اسلئے ملا صاحب کے پاس بھیجنے کے لئے کوئی فاضل رقم نہیں بچتی۔ لیکن میرا خیال ہے شہادت میں ایک غلہ کا ذکر آیا ہے جو نہ محض عرس۔ انتظام مقبرہ میں ہی صرف ہوتا ہے بلکہ دوسرے مقبروں کے انتظام میں بھی صرف ہوا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں مقامی مقبرہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقامی غلّہ۔

جسٹس مارٹن۔ جس مزار پر غلّہ کی رقم خرچ ہوئی ہے وہ قریب ہی تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقبرہ نزدیک نہیں تھا بلکہ قبرستان میں تھا۔ بعض اوقات ۳ یا ۴ مقبرے ایک ساتھ ہوتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن یہ نہ ملیگا کہ رقوم غلّہ دعوت میں ہمیشہ باقاعدہ داخل ہوتی ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں وظیفہ کے لئے۔ جام نگر کے غلّہ کا حساب دعوت ہی کے حساب میں رکھا جاتا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ وہ آدمی غلّہ کا منیجر نہیں تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں وہ کسی کے حکم سے رکھتا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اُس کا منیجر عامل تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ حساب حسب ہدایت عامل کے رکھا جاتا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اگر غلّہ زیر نگرانی عامل تھا تو خیال رکھئے کہ مقامی حساب بھی وہی عامل رکھے گا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ دعوت فنڈ میں ملے ہوئے ہیں جس وقت روپیہ نکالا جاتا ہے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ غلّہ فنڈ سے ہے یا دعوت سے۔ کثیر التعداد غلّوں میں یہ ملیگا کہ اُنکے مقامی اخراجات ضرورت سے زیادہ ہیں۔ اِس میں اگر کمی ہوتی ہے تو وہ اصولاً دعوت

سے پوری کی جاتی ہے۔ گو عموماً بڑے بڑے سیٹھ لوگ اپنے جیب سے پورا کرتے ہیں جو لوگ بطور منیجر مقرر کئے جاتے ہیں وہ مقامی سربرآوردہ اشخاص ہوتے ہیں اور وہ ناجائز کارروائی نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ اپنے جیب خاص سے خرچ کرتے ہیں اور یہی طریقہ عمل ہے۔

جسٹس مارٹن۔ جہاں تک میری نظر ہے گذشتہ پچاس یا ساٹھ سال سے زر غلہ کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دعوت فنڈ میں داخل ہوا۔

مسٹر انوریرانی۔ میں آپ کو سبب بتلانے والا ہوں کہ رقوم غلہ علیحدہ کیوں رکھی گئیں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسی شہادت موجود ہے جہاں بجز بمبئی کے کوئی جائداد خریدی گئی ہو میں نہیں خیال کرتا کہ اس امر کی کوئی شہادت ہے کہ سورت میں کوئی جائداد جس کو آپ روپیہ لگانا کہتے ہیں خریدی گئی ہو پس اگر بمبئی میں ان چار جائدادوں میں روپیہ لگانے کی نیت تھی تو اُس کی غرض صرف زر غلہ کو کاروبار میں لگانا تھی۔ یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا کہ غلہ کا روپیہ سورت اس لئے لیجایا گیا کہ اُن کی واپسی کا ارادہ نہیں تھا۔ مدعا علیہ نمبر ا و ۲ نہایت معزز ہیں۔ انہوں نے اور بہت سا روپیہ واقعی دعوت کو قرض دیا ہے۔ اگر عدالت یہ رائے قائم کرے کہ غلہ علیحدہ ہے تو انہوں نے غلہ کو بھی قرض دیا ہے۔ انہوں نے یہ جائدادیں کچھ تو زر غلہ سے خریدی ہیں اور کچھ اس روپیہ سے جو انہوں نے قرض دیا تھا۔ تینتیس ۳۳ سال کے پہلے کی حالت دیکھیے۔ جس وقت موجودہ منتظمین نے اس کا انتظام اپنے ذمہ لیا تھا اُس وقت غلہ میں کنڈاٹن والے کے پاس صرف دو ہزار روپیہ تھا اور صرف چار ہزار کی رقم جمع تھی۔ اس وقت تقریباً تینتیس ۳۳ ہزار روپیہ جمع ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ بسال بسال لیجیے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہیں یہ کہنا چاہتا تھا ابھی حال ہی میں کچھ رقم فاضل بچ گئی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ نے مجھ سے بتلایا تھا کہ سپریم کورٹ کا چارٹر ۱۸۲۳ء میں صادر ہوا تھا؟

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں میں دعوت کے اخراجات کے خاص خاص اخراجات پر گفتگو کر رہا تھا میں اب اُن کا ذکر کر رہا ہوں۔ ہم اس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ملا صاحب کو اس امر کے طے کرنے کا حق حاصل ہے کہ دعوت کے اخراجات کیا ہیں۔ وہ روپیہ دوسرے مقام کو ہجرت کر جانے والوں کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں۔ ملا صاحب نے کہا ہے کہ داؤدی بوہرے زنجبار مشرقی افریقہ۔ چین اور برہما میں موجود ہیں۔ فرض کیجئے کہ ملا صاحب زر دعوت کو امراء کی امداد میں صرف کرنا یا ان مقاموں میں سے کسی مقام پر ہجرت کر جانے والوں کو مدد دینا یہ دونوں اُنکے اختیار میں ہوگا۔ یہ دونوں کام خیراتی نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مقدمہ چینیسری بابت ۱۸۱۵ء کو جناب جانتے ہوں گے۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے یاد نہیں کہ اِس مقدمہ کا فیصلہ کس طرح ہوا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ داؤدی بوہرے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جماعت کے لوگوں کو فرداً فرداً مدد دی جاتی ہے بس ہماری عرض ہے کہ اُس کو وہ لوگ جماعت ہی تک جس کو آپ مجموعی جماعت کہتے ہیں محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ جماعت کے مختلف افراد کی فرداً فرداً اعانت کیجاتی ہے۔ عدالت جب شہادتوں کو پڑھے گی تو معلوم ہوگا یہ پابندی کہیں نہیں ہے کہ نذر و نیاز صرف جماعت

کے لئے مجموعی حیثیت تک محدود ہی ہمیں معلوم ہی کہ ملا صاحب نے کیا کہا ہی۔ واقعہ یہ ہی کہ زر دعوت خاص خاص اشخاص کے مفاد کے لئے بھی خرچ ہوا ہی۔ یہ اور مجموعی جماعت کے مفاد کے لئے بھی دونوں خیراتی نہیں کہے جا سکتے۔

جسٹس مارٹن۔ اگر خیرات صرف ا۔ ب۔ د کے لئے ہی تو میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ خیرات کا وجود ہی نہیں ہی۔ یہ جماعت کے لئے عطیہ نہیں ہی بلکہ ایسے لوگوں کے لئے ہی جس کو ملا صاحب مناسب خیال کریں۔ کیا اس کو عطیہ کہیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن اس کو خیراتی عطیہ نہ کہیں گے۔ داعی کے مخصوص دوستوں کو لیجئے دوست کا انتقال ہو جاتا ہی اور کوئی شخص بیوہ کے اخراجات پورے کرتا ہی اور اس کے لڑکے کو تعلیم دلاتا ہی۔ یہ صرف محبت انسانی ہی۔

جسٹس مارٹن۔ اس میں کوئی عمومیت نہیں ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر خاص خاص اشخاص کی مدد کیجائے تو یہ خیرات عامہ نہیں ہی۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ کے پاس پوری جماعت کے لئے فنڈ ہو تو کیا اسکے متعلق بھی آپ یہی رائے دینگے۔ اگر آپ وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کی امداد کریں جن کو آپ حاجتمند سمجھتے ہوں۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مجموعی حیثیت سے جماعت کے مفاد کے لئے نہیں ہو گا ہمیں اس رقم کو اس طرح خرچ کرنا چاہیے جو اگر اس جماعت کے ہر فرد کو نہیں تو کثیر التعداد لوگوں کو فائدہ پہونچائے۔

جسٹس مارٹن۔ ایسی مثال لیجیۓ جہاں شادی کے لیۓ ہدیہ دیا جاتا ہے۔ میں فرض کرتا ہوں آپ بھی کہیں گے کہ یہ جماعت کے فائدہ ہی کے لیۓ ہے کہ اُس کے افراد کی شادی ہو اور وہ جماعت بڑھے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمیں معلوم ہے کہ داؤدی بوہرے شادی میں ہدیہ دیتے ہیں لیکن ہدیہ جات کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شادی کی رغبت دلانے کے لیۓ دیۓ گۓ ہیں۔ یہ افراد کے لیۓ تحفہ ہے جس کو خیراتی نہیں کہہ سکتے۔ آپ مدعا علیہ نمبر ۲ کو دربار کی تقریب پر شال کا تحفہ دینا خیراتی قرار نہ دیں گے۔ یہ معمولی طریقۂ عمل ہے۔ آپ اسے خیراتی نہیں کہہ سکتے۔ جناب واقف ہیں کہ شالوں کا دینا ایک عام رسم ہے۔ شالوں کا تحفہ ایک قسم کی علامتِ امتیاز ہے جیسے آرڈر آف دی برٹش امپائر ہوتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس کو دوسری طرح دیکھیۓ۔ اگر یہ تحفہ پیشوا ر جماعت کی جانب سے ہے اور اگر وہ پیشوا ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے تو وہ یقیناً مناسب خیراتی اخراجات کی طرح خرچ کرے گا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ اُس تحفہ کی مثل ہے جو جماعت کو دیا جاتا ہے لیکن اِس کو خیراتی فعل نہیں کہیں گے۔ نہ یہ لازمی ہے۔ اور نہ داعی کے لیۓ شالوں کا تحفہ دینا ضروری ہے۔ پھر ایک اور بات ہے جس کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت آپ اُن گواہوں کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو دیسی زبان میں شہادت دے چکے ہیں تو یہ نہایت اہم معاملہ ہے کہ ہم اُن الفاظ کو سمجھیں جو گواہوں نے استعمال کیۓ ہیں۔ کیونکہ کسی

دیسی زبان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ اصطلاحی صورت میں وہی ہو جو چیریٹی (Charity) کا ہے۔ تین لفظ ایسے ہیں جو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ ایک دوسرا لفظ ایسا ہی جو میرے لئے بالکل نیا ہے اور وہ عمل ہے۔ عمل کے معنی اچھے کام کے ہیں اور جب اسکا ترجمہ کیا جائے تو چیریٹی ہوتا ہے پس اگر آپ انگریزی ترجمہ پڑھئیں گے تو آپ کو غلط خیال پیدا ہوگا۔ عمل کے معنی کارِ نیک ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ ہندوؤں کے وصیت ناموں کی کثیر تعداد میں یہ ملتا ہے ”دھرما دا کے لئے وصیت نامہ ہے“ عدالت کے مترجمین عام طور پر اس کو چیریٹی کے لفظ سے ترجمہ کرتے ہیں عدالت اور جج ہمیشہ کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے یہ خیرات نہیں ہے پس سرکاری ترجمہ چیریٹی نہیں ہے

مسٹر انویرارٹی۔ اسی پر میں آپ کا خیال منعطف کرانا چاہتا تھا میں نے مسٹر مرزا سے دریافت کیا کہ ہندوستانی زبان میں اس کا مرادف کون لفظ ہے وہ مجھ سے بتلاتے ہیں کہ ہر صورت میں جب یہ (مطلب) ہماری کتابوں میں آتا ہے تو اصلی لفظ عمل ہوتا ہے۔ اگرچہ میں مترجمان کی شان میں کچھ نہیں کہتا تاہم میرا خیال ہے کہ اس عدالت کا کوئی ترجمان نہیں جانتا کہ انگلستانی قانون کے رو سے لفظ چیریٹی کے اصطلاحی معنی کیا ہیں۔ پس جس وقت گواہوں سے انگریزی میں سوال کیا جاتا ہے تو چیریٹی کا ترجمہ گجراتی میں ”سارا کام“ یا ”دھرما دا“ کیا جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ عدالت نے بعض موقعوں پر ”سارا کام“ نوٹ کیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے اسی لفظ کو نوٹ کیا ہے جو ترجمان نے مجھے بتلایا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں آپ نے اکثر لفظ ”سارا کام“ لکھا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہو کہ شہادتوں کے کثیر حصہ میں لفظ "سارا کام" کا استعمال ہوا تھا۔ لیکن جب چیریٹی کا استعمال ہوا تو گواہوں نے دھرم استعمال کیا تھا۔

مسٹر انوپراتی۔ آپ کے نوٹ کے رو سے دھرم بھی استعمال کیا گیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ ایک لفظ دھرما دا ہے۔ کیا وہ ناقص ہو یا درست۔

مسٹر انوپراتی۔ یہ اور دھرم قریب قریب ایک ہی ہیں۔ جناب یہ لکھ سکتے ہیں کہ یہ مشہور بات ہو کہ چیریٹی کے لئے ہندوستانی زبان میں کوئی اصطلاحی لفظ نہیں ہو جس وقت آپ ہندوستانی بولنے والے گواہوں کی شہادت پر غور کریں تو اس کا خیال رکھئے۔ مثلاً ملا صاحب کے "انڈیم نیٹی بانڈ" (ضمانت نامہ) میں لفظ چیریٹی آیا ہو۔ جس وقت اِس کا ترجمہ ملا صاحب کے لئے کیا گیا تو انکو کچھ اور الفاظ بھی سنائے گئے اُن میں چیریٹی کا کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ دھرم کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ممکن ہو کہ وہ "سارا کام" ہو۔ بس اگر اس قسم کا اقرار بھی پایا جائے تو وہ اصل میں اقرار نہیں ہو۔ بس جہاں کوئی آدمی کہتا ہو کہ میں اپنی جائداد دھرم کے لئے چھوڑتا ہوں اور اِس کے بعد خاص خاص انسٹی ٹیوشنوں کا ذکر کرتا ہو جس میں اُس کی وہ جائداد صرف ہونی چاہیے تو اُن کے موافق لفظ دھرم کے معنی سیاق وسباق کا لحاظ کر کے لینا چاہیے۔ یہی صورت خیرات اور "سارا کام" کی ہو۔ جناب والا نے رائے قائم کی ہو کہ لفظ "سارا کام" بہت وسیع ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا میں نے ایسا کہا ہو۔

مسٹر انوپراتی۔ ہاں میں جناب کو مقدمہ کا حوالہ دیتا ہوں یہ مقدمہ نمبری ۱۳۶۷

بابتہ ۱۹۱۰ء ہے۔ میں نے کارروائی کو نہیں دیکھا ہے لیکن مجھ سے بتلایا گیا ہے جناب نے خود وہ مقدمہ فیصل کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کسی جج نے فیصلہ کیا ہوگا لیکن بعد میں میں نے مسٹر کانگا سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ہی نے اُس کا فیصلہ کیا ہے جسٹس ہمین نے لفظ خیرات کو چیریٹی نہیں قرار دیا۔ وہ مقدمہ ایڈوکیٹ جنرل بنام جمنا بائی ہے۔ (بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۴۹۹ پڑھتا ہے) پس بجز لفظ عمل کے سب لفظوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ عمل کے معنی کار نیک کے ہیں۔

ہندوستانیوں کے خیال کے مطابق انسان کے لئے اپنی لڑکی کی شادی کرنا بھی کار نیک ہے۔ پس عدالت کو ہمیشہ ان زبانوں میں گواہان اور کاغذات وغیرہ کو دیکھتے وقت اِس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ انگریزی زبان کے دستاویز کے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے دستخط کئے ہیں اُنہوں نے چیریٹی کو اصطلاحی معنی میں کبھی تسلیم نہیں کیا۔

اب میں جناب والا کے سامنے یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا منشاء کیا ہے۔ اب مَیں ہر چیز پر تفصیل سے بحث کرتا ہوں۔ مسجد ہی کو لیجیئے۔ مسجد مذہبی ٹرسٹ ہے لیکن وہ مشروط ہے۔ داؤدی بوہروں کے اعتقاد کے رو سے وہ داعی کے سپرد ہونا چاہیئے۔ اگر عدالت اِس کے انتظام میں مخل ہو تو یہ امر اُنکے مذہب کے خلاف ہوگا۔ میری غرض یہ ہے کہ ملا صاحب کا ہمیشہ یہی کہنا تھا کہ بجز اُس اتفاقی غلطی کے جو جواب تحریری میں ہوگئی اور جس پر ایڈوکیٹ جنرل نے کہا تھا کہ میں ہر ایک بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے کہا اور مسٹر اکو نے کہا کہ جو ہدایات جواب تحریری میں دی گئی ہیں اُس میں یہ شرط موجود ہے۔ مسجد کے لئے

کسی اسکیم کا بنانا مذہبی اصول میں مداخلت ہوگی۔ از روے مذہب مسجد کا انتظام کرنا صرف داعی کا حق ہی۔ جناب والا نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا کہ یہ شرطیں مابعد کے خیالات ہیں۔ عدالت کو یہ خیال میری اس تقریر سے پیدا ہوا تھا کہ مسجد مذہبی ٹرسٹ ہی۔ میں نے جواب میں کہا تھا کہ ہاں میں اُس کو مذہبی ٹرسٹ تسلیم کرتا ہوں۔ اُس وقت جناب والا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں اپنی پوزیشن پر غور کروں اور یہ دیکھوں کہ آیا میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ بعد میں آپ نے مجھے چہارشنبہ تک کے لئے مہلت دی تھی کہ میں اسپر غور کروں میں نے عرض کیا تھا کہ میں اپنی پوزیشن بتلانے کے لئے اِسی وقت تیار ہوں۔ اِسپر جناب والا نے فرمایا کہ نہیں آپ پہلے اپنی پوزیشن پر غور کرنے کیلئے چہارشنبہ تک وقت لیں تب عدالت سے کہیں۔ میں فوراً لائبریری میں گیا اور اپنی دلیل کو لکھا جس پر جناب والا نے چہارشنبہ کو بطور کاغذ وجہ ثبوت کے نشان کیا تھا۔ جناب والا نے خیال فرمایا تھا کہ وہ بعد کا خیال تھا۔ میں کہتا ہوں نہیں ایسا نہیں تھا۔

جسٹس مارٹن۔ ایڈوکیٹ جنرل نے کچھ عرصہ ہوا مجھ سے ایسا کہا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ جناب والا کے نوٹ میں موجود ہی کہ یہ بعد کا خیال تھا میں نے ایڈوکیٹ جنرل سے کہا تھا کہ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ تمہارا مابعد کا خیال تھا

ایڈوکیٹ جنرل۔ میں نے مابعد کے خیال کے بارے میں کبھی کچھ نہیں کہا

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے بتلایا گیا ہی کہ آپ نے ایسا کہا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ ہم صرف واقعات کو لیتے ہیں۔ مجھے یاد آتا ہی کہ اُس وقت تک جبکہ

آپ نے مذہبی ٹرسٹ کا ذکر کیا عدالت میں اِس امر پر سختی سے بحث رہی کہ ملا صاحب متولی نہیں ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے خیال ہوا کہ جناب والا نے یہ سمجھا تھا کہ میں نے کچھ اضافہ کیا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے محض اُن واقعات کو لیا تھا جو میرے سامنے آئے تھے۔ اُس روز مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہم مہینوں سے اسی امر پر تکرار کر رہے ہیں۔ میں نے روایت سننا پسند نہیں کیا۔ مشیرانِ قانونی ممکن ہے کہ غلطی کر رہے ہوں۔ ممکن ہے کہ کونسل کو سہو ہوئی ہو۔ مجھے خیال ہوا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے اسی بناء پر میں نے کہا تھا کہ آپ جائیے اور اس پر غور کیجئے۔ یہی سبب ہے کہ میں نے آپ سے اُسی دن تشریح نہیں سُنی۔

مسٹر انویرارٹی۔ جو کچھ جناب والا نے کہا ہے میں اُس کی نہایت قدر کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس دن میں نے وہی کہا تھا جو چہارشنبہ کو کہا گیا۔ میرے پاس ۱۲ بمبئی کیس ہے جہاں اُس لفظ کے انگریزی معنی تعین کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ اوّل بمبئی ہائیکورٹ صفحہ ۱۲ پر ہے۔ عرضی دعوی میں کسی بدنظمی کا ادعا نہیں کیا گیا شہادت میں بھی ایسے کوئی اظہار نہیں ہیں مسجد بہترین طریقہ پر رکھی جاتی ہے اور اس کے انتظام کے متعلق ملا صاحب جس طرح اپنے فرائض ادا کرتے ہیں اُس میں کسی قسم کی شکایت ہو ہی نہیں سکتی۔ پس ہماری عرض ہے کہ عرضی دعوی میں مسجد کو شامل ہی نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بعد مقبرہ کا مسئلہ ہے۔ وہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ وہ بھی ملا صاحب کے قبضہ میں بکیفیت داعی کے ہے۔ از روئے مذہب داؤدی بوہرہ وہ داعی کے قبضہ میں رہنا چاہئے عرضی دعوی میں مقبرہ کی بدنظمی کے بارے میں

کسی قسم کا الزام نہیں کردہ بہترین طریقہ سے رکھا جاتا ہی اور گذشتہ چند سالوں میں وہ اینٹ کی معمولی عمارت کے بجائے اب سنگِ مرمر کی عالیشان عمارت کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ اب گنبد بھی موجود ہو

مسٹر انویرارٹی۔ فرش بھی بہترین چیزوں سے بنا ہوا ہو انتظام کے متعلق بھی کوئی شکایت نہیں ہو، ورنہ یہ شکایت ہو کہ داعی اسے بہترین حالت میں رکھنے میں ناکام رہے ہوں۔ پس ہمارا کہنا ہو کہ اس کا ذکر عرضی دعوی میں نہیں آنا چاہئے۔ پس مسجد و مقبرہ کے متعلق کوئی بنار مخاصمت پیدا ہی نہیں ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا میں آپ کو یہاں روک سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ اصولی سوال ہو مسجد اور مقبرہ کے متعلق بنار مخاصمت پیدا ہو۔ انتظام کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہو صرف یہ بات ہو کہ ٹرسٹ سے انکار کیا گیا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقدمہ کے پیشتر اس سے انکار کیا گیا تھا اور خط و کتابت میں کوئی ایسی بات نہیں ہو

جسٹس مارٹن۔ بہرحال مقدمہ پیش ہوتے ہی ٹرسٹ سے انکار کیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب والا کا ممنون ہوں۔ جناب جو چاہیں فرما سکتے ہیں میرا کہنا ہو کہ مقدمہ کے پیش ہونے کے قبل مسجد اور مقبرہ کے متعلق کسی قسم کا الزام نہیں ہو۔ اس لئے انکو عرضی دعوی میں آنا ہی نہیں چاہئے۔ اور عدالت سے ایڈوکیٹ جنرل

کو کسی قسم کی دادرسی نہیں ملنی چاہئے۔ یہ عرضی دعوی میں نہیں ہے کہ ٹرسٹ سے انکار کیا گیا ہے عرضی دعوی کے وقت بناءِ مخاصمت پیدا نہیں ہوئی اگر بعد میں کوئی بناءِ مخاصمت پیدا ہو گئی تو وہ محض اصطلاحی ہے۔ اگر ہمارے انتظام کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے تو عدالت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ ہمارے موکل کے لئے نہایت اہم معاملہ ہے۔ اس امر کی اہمیت یہ ہے کہ ملا صاحب بحیثیت داعی کے ہیں یا بحیثیت ٹرسٹی کے۔ یہ ہمارے لئے اہم ہے کیونکہ ہمارا دعوی ہے کہ ہم کو داعی کے حقوق حاصل ہیں۔ ہم عدالت کے حکم کی تحت میں ٹرسٹی نہیں ہو سکتے۔ یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہوگا۔ ملا صاحب کا خیال ہے کہ یہ گناہ ہے۔ مسجد اور مقبرہ کے متعلق ہماری یہی پوزیشن ہے۔ اور میں عرض کروں گا کہ عدالت یہ رائے قائم کرے گی کہ مسجد اور مقبرہ کو عرضی دعوی میں لانے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اس پوزیشن کو پیشتر لینا تھا۔ مسجد، مقبرہ اور غلہ کے انتظام کے متعلق کسی قسم کی شکایت نہیں ہے اگر کچھ کہا جائے تو باستثنائے متعلقہ بدری محل کسی قسم کی بدانتظامی نہیں ہے۔ ہر چیز درست ہے۔ عدالت کو اس سے کیا کہ قانوناً ملا صاحب جائداد کے ٹرسٹی ہیں۔ پھر ایڈوکیٹ جنرل کو پہلے ہی دن صاف جواب دیا جاتا ہے کہ تمہیں داؤدی بوہرہ مسجد، مقبرہ، غلہ اور شفاخانہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے تم کو ان سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے میں ہی جیریٹی کے معاملہ میں شخصیت رکھتا ہوں۔ داؤدی بوہرے وصیت کر ہی نہیں سکتے۔ اگر یہ مسئلہ اٹھایا جائے تو یہ بالکل جائز ہے کہ میں ایڈوکیٹ جنرل کو اپنی رائے دوں۔ ورنہ بالفرض اگر میں یہ کہدوں کہ میں اس امر کا فیصلہ نہیں کرتا تو اس کا کیا نتیجہ ہو گا

اُس وقت ایڈوکیٹ جنرل کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ بوہرے وصیت نامہ چھوڑتے ہیں یا نہیں۔ آیا وہ چیریٹی خیرات کے نگراں ہیں یا نہیں۔ مشکل یہاں آن کر پڑتی ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں غلہ کو بالکل علحدہ لے رہا ہوں۔ اُن کا بیان ہی کہ غلہ۔ مسجد اور مقبرہ ٹرسٹ ہیں۔ میں نے عرضی دعوی میں دیکھا ہی۔ اس میں ایڈوکیٹ جنرل کا کہنا ہی کہ "مسجد اور مقبرہ ٹرسٹ فنڈ کے جزو ہیں"۔ غلہ کے بارے میں علحدہ طور پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خط وکتابت میں یہ تھا کہ ہم سے غلہ کا حساب نہیں لیا جاسکتا۔ اسی بنا پر میں غلہ کو علحدہ رکھتا ہوں۔ عرضی دعوی میں ہمارے بارے میں کہا گیا ہی کہ "گذشتہ پانچ سال میں روپیہ خیراتی اغراض میں صرف نہیں ہوا ہی لیکن یہ نہیں کہا گیا ہی کہ گذشتہ سال سے ناجائز طور پر خرچ کیا گیا ہی۔ ہاں جب متعلقین کا حلفنامہ پیش ہوا اُس وقت یہ بات پیدا ہوئی اُنہوں نے کہا کہ "ٹرسٹ کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔ اگر ہمیں حساب کتاب دکھلایا گیا تو بہت سی خلاف ورزیاں ظاہر ہوجائیں گی"۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہی کہ اس کو تین سال کا عرصہ گذرا حساب کتاب دیکھنے کے لئے سمن جاری ہوئے تھے۔

مسٹر انویرارٹی۔ جناب والا نے دیکھنے کا حکم دیا تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جناب والا حکم دینے میں غلطی پر تھے۔ ہمارا کہنا ہی کہ معائنہ کا حکم دینا مقدمہ ہذا سے اُسوقت تک غیر متعلق تھا جب تک کہ اِس امر کا فیصلہ نہ ہوجاتا کہ زیر غلہ خیراتی فنڈ ہی۔ ان کا (متعلقین) یہ کہنا تھا کہ اگر حساب کتاب کا معائنہ کیا گیا تو بہت سی ٹرسٹ کی خلاف ورزیوں کا انکشاف ہوگا۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے معائنہ کرنے کا حکم اس بناء پر نہیں دیا تھا کہ ٹرسٹ کی خلاف ورزی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نہیں کہتا کہ جناب والا نے غلطی کی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ اس پہلی تنقیح کو پیش تر لیجئے

مسٹر انویرارٹی۔ میرے موکل نے یہ نہیں کہا کہ چاندا بھائی سیٹھ ولی ہیں یا نہیں مدعا علیہم نمبرا ۲ نے ایسا کہا تھا علاوہ اس کے زیادہ اہمیت اس امر پر دینا چاہئے کہ کونسل معائنہ کے سمن پر کیا کہتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں نہیں جانتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ کیونکہ آپ کو مقدمہ کے کل حالات معلوم نہ تھے اور واقعی ایسا ہی ہوا ہے لیکن مجھے نہایت خوشی ہے کہ آپ نے معائنہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ ہمیں کوئی چیز چھپانا نہیں ہے اگر ہم انکار کرتے تو یہ شک پیدا ہوتا کہ شاید ایسی باتیں بھی ہیں جو ہم چھپانا چاہتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ میں گذشتہ واقعات سے چشم پوشی کرنے والا نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سخت بحث و مباحثہ موجود ہے میرے پاس تمام واقعات فراہم ہیں اور خاص خاص معاملہ کے ساتھ انہیں ویسی ہی اہمیت دی جائیگی

مسٹر انویرارٹی۔ جناب والا نے وہی بات فرمائی جو میں چاہتا تھا۔ میں اس مسئلہ پر تقریر کرنا اب ضروری نہیں سمجھتا جب حساب کتاب پیش ہوا تو معلوم ہوا کہ غلہ فنڈ

میں بدنظمی نہیں ہے بجز اس کے کہ آپ یہ رائے قائم کریں کہ ملک معظم کی آمد پر جو خرچ کیا گیا ناجائز تھا۔ اسپر ایڈوکیٹ جنرل نے اعتراض نہیں کیا۔ اسی طرح اگر آپ یہ قرار نہ دیں کہ زرِ غلہ کا قرضہ دعوت کے ادا کئے جانے میں صرف ہوا اصطلاحی طور پر ٹرسٹ کی خلاف ورزی نہ تھی تو بھی کوئی بدنظمی کا وجود نہ تھا۔ لیکن یہ جان بوجھ کر ٹرسٹ کی خلاف ورزی نہ کہلائے گی کیونکہ ملا صاحب کو خیال تھا کہ وہ زر غلہ کو دعوت کے ہر کسی مقصد میں لگا سکتے ہیں۔ پس غلہ کے متعلق کوئی بدنظمی نہیں ہے میں عدالت کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ گذشتہ ۲۰ سال میں غلہ کا کیا مصرف ہوا ہے۔ اس کی تشریح کاغذ و جۂ ثبوت ۱۵۵ اور ۱۵۶ میں کی گئی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کی منشاء اُس سے ہے جس کو مسٹر مہروان جی نے مرتب کیا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ مسٹر مہروان جی نے دو خلاصے تیار کئے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ میں اس کو لینا نہیں چاہتا۔ وہ بطور حساب کے پیش نہیں ہوا مسٹر مہروان جی حساب کے متعلق بطور اکسپرٹ (ماہر) طلب نہیں ہوے۔ اُن سے جرح بھی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ مسٹر مہروان جی کا حساب صحیح ہو اور ممکن ہے کہ غلط۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے خیال تھا کہ وہ بطور کاغذ وجہ ثبوت ۱۵۵ کے پیش ہوئے ہیں

جسٹس مارٹن۔ یہ وہ حساب ہے جو مسٹر مہروان جی نے اُس وقت مرتب کیا تھا اور مسٹر اکورتھ کو بتلایا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ حساب کے کاغذات پیش ہو چکے ہیں اور میں عرض کرونگا

کی ازروئے شہادت ایکٹ دفعہ ۳۴ وہ مستعمل ہو سکتے ہیں

جسٹس مارٹن - ایڈوکیٹ جنرل سے پوچھیے وہ کیا چاہتے ہیں

ایڈوکیٹ جنرل - میں خیال کرتا ہوں کہ اس کے وہی معنی ہیں جو عدالت نے لئے ہیں

مجھے معلوم نہیں کہ مسٹر انویرارٹی مسٹر مہروان جی کے حساب کا کیوں حوالہ دینا چاہتے ہیں۔

سارا حساب کتاب جو کنتان والے نے رکھا تھا عدالت میں پیش ہو۔ مسل میں اُس کا خلاصہ

بھی ہو جو مسٹر مہروان جی کے تیار کردہ خلاصہ کی طرح ہو۔

جسٹس مارٹن - میں مسٹر مہروان جی کے خلاصہ کو داخل مسل نہیں کرنا چاہتا

ایڈوکیٹ جنرل - مسٹر انویرارٹی جو پائنٹ چاہیں لے سکتے ہیں کیونکہ عدالت میں

کنتان والے کے کامل حساب کا ترجمہ موجود ہو بندوق والے کے حساب کا بھی خلاصہ

ہم نے خود پیش کیا ہو۔

مسٹر انویرارٹی - کاغذات وجہ ثبوت ۱۵۵ - ۱۵۶ مقدمہ میں داخل مسل ہو چکے ہیں

ایڈوکیٹ جنرل - وہ بطور کاغذ وجہ ثبوت شامل ضرور ہوے لیکن وہ ایسے کاغذات

کے طور پر پیش ہوئے ہیں جو مسٹر اکورتھ کے سامنے تھے۔ میرا خیال نہیں ہو کہ وہ اِس غرض سے

پیش ہوے ہوں کہ جو اُس خلاصہ کی ترمیم کریں جس کو ابتدائی مقدمہ میں مسٹر انجینیر

نے پیش کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی - ہم نے جو حساب داخل کیا ہو وہ کامل ہو۔ آپ نے صرف اِنہیں

خاص مدوں کے متعلق حساب پیش کیا ہو میں نے کنتان والے کے حساب کا پورا ترجمہ

پیش کیا ہے کہ تتان والے کا حساب صرف ۱۹۰۸ء تک کا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۱۹۰۸ء کے بعد تک کا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ کاغذات وجہ ثبوت ۱۵۵۔ ۱۵۶ ا ۱۹۰۸ء کے حسابات کو تبلاتے ہیں

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں کامل غلط فہمی ہوئی۔ ہمارا خیال

تھا کہ کاغذات وجہ ثبوت ۱۵۵۔۱۵۶ ا یہ تبلانے کے لئے پیش ہوئے ہیں کہ زرِ غلہ کا مصرف

کیا ہوا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ اس لئے داخل کئے گئے تھے کہ جس وقت مسٹر اکورتھ نے کونسل

کو معائنہ کرایا تو اُن کے پاس کون کون کاغذات تھے۔ کسی نے اِنہیں پڑھنے کا خیال نہیں

کیا۔ میں نے خود نہیں پڑھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ تو میری عرض ہے کہ ہم سخت غلط فہمی میں تھے۔ میں عرض کرتا ہوں

کہ ہمیں کاغذات پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ اگر مسٹر انویرارٹی ہماری جانب سے پیش شدہ حسابات کے

خلاصوں کو ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ مسٹر مہروان جی کے خلاصہ سے زیادہ کامل

ہیں۔ اگر کوئی خاص مد ہے جو ہمارے خلاصہ میں نہیں ہے تو ہم شامل کر دیں گے

مسٹر انویرارٹی۔ میں آپ کے خلاصہ ہی پر بحث کرنے کو تیار ہوں۔ میں یہ بتلانا

چاہتا ہوں کہ چاروں جائدادیں کس طرح خریدی گئیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تجا؟

میں بدری محل کس طریقہ سے حاصل کیا گیا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ اس میں یہ سب موجود ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ تو میں بحث شروع کرتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے ان سب کو بیکار خیال کیا تھا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حساب میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو مسٹر انویرارٹی پیش کرنا چاہتے ہیں تو مجھ کو کوئی عذر نہیں ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہمارے خلاصہ میں کوئی خاص بات کافی نہیں ہے تو ہم اُسے تبدیل کر دیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسٹر انویرارٹی اُسے کامل پا دیکھے لیکن اگر کوئی بات چھوٹ گئی ہے تو ہم اُس کو شامل کر دیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرے پاس چند واقعات ہیں جس پر میں عدالت کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اِس انکار سے کہ بدری محل خیراتی جائداد نہیں ہے ہم ٹرسٹ کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اول چاروں جائدادیں بدری محل سے علٰحدہ ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ ایک سے چار نمبر تک کی جائدادوں کے خیراتی ہونے سے انکار کرتے ہیں تو چوتھی یا پانچویں کے انکار سے زیادہ فرق نہیں آتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے خط و کتابت میں غلط بیانی نہیں کی اور جو کچھ ہم نے کہا تھا اُس میں ہم بالکل حق بجانب تھے اور جناب والا نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہم راستی پر تھے۔ اوّل یہ نیت تھی کہ یہ چاروں جائدادیں زرِ غلہ سے خرید کی جائیں،

اور یہ اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ وہ ۱۹۰۷ء سے خرید کی جا رہی ہیں۔ یہ تمام جائدادیں جب خرید لی گئیں اُن سب سے کرایہ حاصل ہوتا تھا جس وقت پہلی جائداد خرید کی گئی زرِ غلّہ بطور معاوضہ خرچ ہوا۔ بقایا رقم مدعا علیہ نمبر ا و ۲ نے اپنے پاس سے بطور قرض دی تھی پس غلّہ کی رقم جائدادوں کی خریداری میں صرف ہوئی۔ یہ اہم ہے کہ خریداری کے وقت سے اِن مکانات کا کرایہ غلّہ کے حساب میں جاتا تھا۔ اِس سے یہ ثابت ہوا کہ مکان غلّہ کی ملکیت ہے جو دعوت کا ایک جزو ہے۔ یہ چاروں جائدادیں اِس طرح سے خرید کی گئیں حساب سے یہ بالکل واضح ہے کہ زرِ خرید کچھ تو غلّہ سے حاصل ہوا کچھ مدعا علیہ نمبر ا۔ ۲ نے پیشگی کے طور پر دیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ انتقالِ جائداد کی دستاویز میں چاند بھائی کی مسجد کے ٹرسٹی یا منیجر کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں صحیح ہے۔ یہ جزو دعوت ہے تاہم وہ غلّہ سے خرید کی گئیں۔

جسٹس مارٹن۔ وہ مسجد کے ٹرسٹی کے طور پر منتقل ہوئی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ بلاشک مسجد جزوِ دعوت ہے۔ اِس میں شک کی گنجائش نہیں۔ ارادہ تھا کہ قیمت غلّہ سے ادا ہو۔ اگر غلّہ علیحدہ ہوتا تو اُس کا مصرف بطور خیرات کیا جاتا ابتدا ہی میں اِس کا خیال تھا کہ غلّہ سے جائداد خرید کی جائے۔ اور واقعہ یہی ہے کہ وہ زرِ غلّہ سے خرید کی گئی۔ شروع میں زرِ خرید کا ایک حصہ غلّہ سے ادا کیا گیا۔ پس اگر یہ چاروں املاک

جزو دعوت نہیں ہیں بلکہ خیراتی فنڈ کی ہیں (ہمارا خیال ہو کہ عدالت خلیہ کے متعلق بھی رائے قائم کرنے والی ہی) تو پانچویں جائداد کا معاملہ بالکل نرالا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ وہ ۱۹۱۸ء میں خرید کی گئی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ خریداری کے لئے قول وقرار ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا لیکن معاہدہ ۱۹۱۸ء میں لکھا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ پہلی مد ۲۳۔ نومبر ۱۹۱۶ء کی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ انیس ہزار روپیہ ۔ ۱۹۰۰۰

جسٹس مارٹن۔ نہیں نہیں۔ پہلی رقم ۲۲۔ نومبر ۱۹۱۶ء کی ہو جو خلیہ کے حساب میں لکھی گئی۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ اُن اخراجات کی ہو جو حیدر آباد جانے والے آدمیوں کی آمد ورفت میں خرچ ہوئی۔ جو نواب صاحب سے جائداد خرید کرنے گئے تھے۔

جسٹس مارٹن۔ ۲۸۔ نومبر کو خلیے کے نام لکھی گئی (کاغذ وجہ ثبوت ٹی-۱) یہ صریحاً ۲۹۔ نومبر کو ادا کر دی گئی۔

مسٹر انویرارٹی۔ صریحاً وہ اقرار نامہ لکھے جانے کی تاریخ ہو۔ باقی رقم مدعا علیہم نمبر ۱-۲ نے پیشگی دی تھی اور شہادتوں سے ثابت ہو کہ یہ خریداری ملا صاحب کے حکم سے ہوئی۔

جسٹس مارٹن۔ میں نہیں سمجھتا۔ کیا وہ معظی بھائی سے لی گئی تھی۔ نواب صاحب نے دستاویز انتقال جائداد ۲۳ مارچ کو لکھی۔ ۱۹۔ مارچ کو مدعا علیہم کی روکڑ بہی کے روسے پچاس ہزار روپیہ کوٹ کے مکان کے نام جمع ہوئے پانچ ہزار روپیہ ملا صاحب ۵۰۰۰

کے یہاں سے آیا۔ اور بنیتالیس ہزار روپیہ بذریعہ چیک ہانگ کانگ بنک سے حاصل ہوا

مسٹر انویرارٹی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میرا کہنا صحیح ہے۔ غلّہ کی دوسری رقم ۲۔ نومبر ۱۹۱۰ء

کو حاصل ہوئی۔ اِسی درمیان میں ساڑھے تین سال کے اندر پانچہزار روپیہ ملّا صاحب نے

دیا۔ اور باقی مدعا علیہ نمبر ۱-۲ نے بطور قرض دیا۔ جسے اُنہوں نے ملّا صاحب کے حکم

سے ادا کیا تھا۔ بدیں وجہ جو چیزیں اُنہوں نے قرضہ میں دیں۔ ملّا صاحب بحیثیت داعی اُنکے

دین دار ٹھہرے۔ یہ دعوت کے لئے دی گئی تھیں۔ اِس لئے یہ رقم جو مدعا علیہ نمبر ا و ۲ نے

لگائی تھی ملّا صاحب کے ذمّہ واجب الادا تھی۔ تا وقتیکہ کوئی دوسرا بوہرہ اِس فنڈ میں

چندہ نہ دیتا تو داعی کو زر خریداری کہیں سے حاصل کرنا پڑتا۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے پہلے مرتبہ کی خریداری کی تاریخ چاہئے اور وہ تاریخ بھی جس

وقت غلّہ فنڈ سے اِس کی قیمت ادا کی گئی۔ پراسپکٹس دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

وہ کیا کرنا چاہتے تھے۔ اِس طریقہ سے بدری محل کے لئے روپیہ حاصل کیا جانے والا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ پچاس ہزار کی رقم عیسیٰ بھائی معطیٰ بھائی نے دی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ اِس سے تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ مدعا علیہم نمبر ۱-۲ نے خود جائداد

نہیں خرید کی تھی۔ وہ کوٹ کی مسجد کو بنا رہے تھے اِس لئے اُنہوں نے ملّا صاحب کی اقامت

کے لئے بدری محل کو بھی تعمیر کرنا چاہا۔ وہ اِس طریقہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن

کسی وجہ سے یہ تدبیر ناکام رہی۔ مجھے اِس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتدا میں چند لوگوں نے

یہ خواہش کی کہ بمبئی میں پیشوائے اعظم کے قیام کے لئے ایک مکان تیار کیا جائے جو

اُن کی شان کے شایاں ہو۔لیکن بعضوں نے اعتراض کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ صرف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہمیں معلوم ہو کہ پیشوائے اعظم کی جائے اقامت بمبئی میں موجود ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا کہنا ہو کہ پراپکٹس اس لئے ناکام رہا کہ ملا صاحب نے اِسے منظور نہیں کیا تھا اِس کا صاف نتیجہ یہ تھا کہ ملا صاحب اس کے ذمہ دار تھے یہ بھی عیاں ہو کہ ملا صاحب کے حکم سے قیمت دعوت فنڈ سے ادا کی گئی تھی اِس لئے اس کی ادائگی دعوت کے ذمہ تھی اور ملا صاحب ہی کو ادا کرنا پڑتا یہ رقم اُن کے ذمہ بحیثیت داعی واجب الادا تھی نہ کہ ذاتی حیثیت سے۔ کیونکہ اُنھوں نے اسے دعوت کے لئے خرید کیا تھا۔ تاوقتیکہ کوئی دولتمند بوہرہ اِس روپیہ کو ادا نہ کرتا۔ اِن رقموں کا ادا کرنا ملا صاحب کے ذمہ تھا۔ اِس ساڑھے تین سال کے عرصہ میں اِس جائداد سے کرایہ حاصل ہوتا تھا۔ وہ خالی زمین نہیں تھی یہ کرایہ چاندہ بھائی کے غلہ میں جمع نہیں ہوا۔ وہ زرِ خریداری کے حساب میں جمع کیا جاتا تھا یہ امر واضح ہو کہ اُس وقت یہ منشا نہیں تھا کہ یہ غلہ سے خرید کی جائے کیونکہ اِس صورت میں کرایہ غلہ میں درج ہوتا۔ اِسی طرح بقیہ چار جائدادوں کا کرایہ بھی جمع ہوتا تھا۔ وہ زرِ خریداری کے حساب میں جمع ہوتا تھا۔ قلعہ کے مکانات کا حساب بالکل علیحدہ ہو۔ ایک طرف تو آمد جمع ہو اور دوسری طرف خرچ کا حساب ہو یعنی یا اُس رقم کے نام لکھا گیا ہو جو مدعا علیہ نمبر ا۔۲ نے قرض دی تھی۔ اِس کا سلسلہ ۳½ سال تک جاری رہا۔ پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جائدادیں زرِ غلہ سے خرید کی گئیں اگرچہ پانچ ہزار روپیہ غلہ سے خریداری میں

صرف ہوا۔ دوسری رقم ۱۹۰۰۰ روپیہ کی ہر اس کی تاریخ ۲ر نومبر ۱۹۱۱ء ہر۔ کاغذ وجہ ثبوت ڈبلو۱۔ اور ڈبلو۲۔ یہ رقم سود کم کرنے کے لئے دی گئی تھی۔ یہ دعوت کے قرضہ کی ادائیگی میں دی گئی تھی۔ یہ ۱۹۰۰۰ روپیہ اس قرضہ میں ادا کیا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ کیونکہ ملا صاحب بذاتِ خود اُس رقم کے بقایا دینے کے ذمہ دار تھے جو جو مدعا علیہم نمبر ا و ۲ نے بطور قرض دی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۱۰۷ پر کاغذ وجہ ثبوت ڈبلو۱۔ ہر

مسٹر انویرارٹی۔ میرا کہنا ہر کہ ملّا صاحب مدعا علیہم نمبر ۱-۲ کے قرضدار تھے۔

جسٹس مارٹن۔ تم یہ کہتے ہو کہ یہ رقم سود کی ادائیگی میں دی گئی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ کیونکہ مسٹر مہروان جی نے کہا ہر کہ اُس دن ۴۲۰۰۰ روپیہ سود کا واجب الادا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ دیکھو کاغذ وجہ ثبوت ڈبلو۱۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ۱۹۰۰۰ روپیہ کا اندراج ہر جو کھاتہ کے صفحہ ۹ پر اُسی حساب کے نام لکھا گیا ہر۔

جسٹس مارٹن۔ حساب میرے پاس ہر (حساب پڑھتا ہر)

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہر کہ ۲۷۶۳۰ روپیہ کل جمع کی طرف لکھی ہوئی رقموں کا میزان ہر۔

جسٹس مارٹن۔ اُس کے نیچے دوسری رقم ۰۵، ۱۰۷۷ والی بھی دیکھو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ خرچ کا میزان ہے۔

جسٹس مارٹن۔ خرچ کے طرف کی پہلی رقم دیکھو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بقایا ہے جو گذشتہ سال کے حساب سے لایا گیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہم اسے کیوں کہیں کہ صرف سود ادا کرنے میں دیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں محض اس لئے کہتا ہوں کہ مسٹر مہروان جی نے حلف اُٹھایا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اگر یہ رقم سود کی سمجھی جائے تو ۱۹۰۰ روپیہ چاندہ بھائی کے غلّہ سے ادا کیا گیا جس کا سود اِس سے کم ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں لیکن پہلے بقایا میں پیشتر کا بھی سود شامل ہے مسٹر مہروان جی نے اُس دن ایسا کہا تھا کہ گذشتہ حساب کو دیکھ کر سود کے ۴۴۰۰ روپیہ ہوتے تھے۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ ۴۴۰۰ روپیہ اُس سود کا میزان ہے جو وقتاً فوقتاً گذشتہ ۴ سال میں دیا گیا تھا۔ اِس کے بعد یہ ہوا کہ کرایہ چار سال میں جمع ہوتا رہا۔ اس سال ۸۰۰۰ روپیہ کرایہ کا جمع ہوا پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ۱۹۰۰ روپیہ سود میں دیا گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سود ۱۹۰۰ سے کم تھا تو بیشک میرا کہنا غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ حساب وکتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ روپیہ سے زیادہ سود تھا۔

جسٹس مارٹن۔ ہم نے اس حساب کو مسٹر مہروان جی کی شہادت کے مہینوں پہلے

مکمل کر دیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ دوسری رقم ۱۰۔ ۳۔ ۲۳۲۸ کو لیجیے جو ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء کے حساب میں ہو اُس سال کا سود ۹۰۰۰ روپیہ ہو (کاغذ وجہ ثبوت۔ اے۔ اے اوّل اور اے۔ اے دوم) اُس سال سود کا زیادہ حصہ دے دیا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۱۱۱ کے شروع میں دیکھو۔ (اندراج پڑھتا ہی)۔ پھر کاغذ وجہ ثبوت دوم مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو دیکھو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ دیوالی کا وقت ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کیا یہ لوگ دیوالی کے وقت حساب کتاب کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں وہ سمبت سال سے حساب رکھتے ہیں۔ پھر تیسری رقم مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۱ء کو دیکھو۔ سال کے اختتام پر اصل صریحاً وہی ہو جو آغاز سال میں تھا ۱۰۱۷۰ روپیہ سے سود ادا ہو جاتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ ۲۲۵ نقد ادا کئے گئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بقایا اخیر سال میں وہی تھا جو شروع سال میں تھا۔

جسٹس مارٹن۔ پھر فروری ۱۹۱۲ء آتی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ملّا صاحب کا بحیثیت داعی وہ قرضہ ہو جو مدعا علیہم نمبر ۱-۲ نے دیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ یہ فروری ۱۹۱۲ء میں ملتا ہی جو بدری محل کے افتتاح کا زمانہ ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب والا کو تاریخ تبلادوں گا۔ بدری محل کا افتتاح ۱۰ فروری

سنہ ۱۹۱۳ء کو ہوا۔

جسٹس مارٹن۔ یہ مدعا علیہم نمبر ۱ و ۲ کے جوابات میں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ شہادت میں ثابت ہو چکا ہے۔ مدعا علیہ نمبر ۱ کی گواہی صفحہ ۱۵۰

پر بر عمارت کی تکمیل اُسی دن ہوئی تھی۔ اِس کے بعد ۲۸۰۰۰ روپیہ مورخہ ۱۵ ستمبر

سنہ ۱۹۱۳ء کا ہے یہ عمارت کے حساب میں نہیں لکھا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ یہ بدری محل کے حساب میں آتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بدری محل کی ادائیگی میں صرف نہیں ہوا۔ بلکہ یہ حصولِ اراضی میں

صرف ہوا۔ یہ ۲۸۰۰۰ روپیہ اُس حاصل کردہ زمین کی قیمت میں دیا گیا ہے یہ عمارت

کی قیمت میں نہیں دیا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ عمارت کا حساب بالکل علحدہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس کی لاگت دوسرے لوگوں نے ادا کی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ کوٹ کی مسجد کے مکانات کا حساب سمبت سنہ ۱۹۶۹ء سے بدری محل

کے حساب میں لکھا گیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بیشک۔

جسٹس مارٹن۔ اور اُس وقت ۱۵۰۰۰ روپیہ تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ رقم دعوت کے قرضہ کی ادائیگی میں صرف ہوئی جو نواب صاحب

کی جائداد کی خریداری میں دی گئی ۸۰۰۰ کی رقم عمارت کے حساب میں لکھی گئی۔ یہ اندراج سیّدنا کے حکم سے ہوا ریڑھتا ہی ا یہ اُس قرضہ کی ادائیگی میں دیا گیا جو مدعا علیہ نمبر ۲ اور کاملا صاحب پر تھا۔ مدعا علیہ نمبر ۲ نے اصلی زمین کی خریداری کے لئے داعی کو روپیہ قرض دیا تھا۔ دوسری قم ۵۰۰۰ کی ہی اس میں ۱۲۰۰۰ روپیہ معطی بھائی نے دیا تھا اور ۳۸۰۰۰ روپیہ غلہ سے دیا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ پچاس ہزار کی رقم کا کیا ہوا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ زائد رقم ہی جو دیوالیہ فرم نے ادا کی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ بقایا ۲۳۳۳ روپیہ ہوئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں اِس طرح سے ابتدائی جائداد کے حاصل کرنے کی قیمت عملاً ادا کردی گئی۔ واقعہ یہ ہی کہ وہ جائداد کی قیمت نہیں تھی بلکہ وہ ذمہ داری کی ادائیگی تھی کیونکہ داعی نے خریداری کا حکم دیا تھا۔ ہمارے کہنے کے مطابق چاروں رقمیں جائداد کی خریداری کے تین سال بعد داعی کے قرض کی ادائیگی میں دی گئیں۔ دوسرے یہ کہ غلے کے حساب کا ترجمہ غلط تھا۔ ملا صاحب ذمہ دار تھے کہ وہ رقم کو معہ سود ادا کریں۔ اِس کے بعد پانچویں رقم مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۱۲ء کی (کاغذات وجہ ثبوت اے۔ ڈی۔ اول۔ اے۔ ڈی۔ سوم) ہی۔ اِس کی سرخی ہی "بدری محل کا حساب" بقایا ۸۰۰ — ۳۳۳۸ ہی۔ اُس وقت عمارت کی ساری لاگت ادا ہو چکی تھی۔ اندازہ لگایا گیا تھا کہ مسجد اور عمارت پر ۲۴۸۰۰۰ روپیہ کا صرفہ آئیگا۔ اور یہ طے ہو چکا تھا کہ ایک لاکھ روپیہ کا انتظام

مدعا علیہ نمبر ۱ و ۲ اور عیسیٰ بھائی اور معظی بھائی کریں اسی بنا پر ایک لاکھ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ مسجد پر صرف ہو گئے بعد ازاں ملا صاحب کی ذمہ داری بابتہ ادائیگی ختم ہو گئی کیونکہ دونوں آدمی ادا کرنے کے لئے راضی ہو گئے تھے بعدہ ۱۴۸۰۰۰ بقایا کے بارے میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ وہ بدری محل کی لاگت ہے۔ ان سب کے بعد معلوم ہوا کہ مدعا علیہم نمبر ۱ و ۲ کے ۱۴۰۰۰۰ اور باقی ہیں۔ (۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء)

مسٹر انویارٹی۔ یہ مقدمہ ہے جو جناب والا صفحہ ۱۹۱ پر ریڈ بنام اٹارنی جنرل میں دیکھ سکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ آرڈر فارم ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ چند مقدمات کا اس میں ذکر ہے جس میں اُس طریقہ سے ڈگریاں ہوئی ہیں۔ سائن ہینویل کے مقدمات آرڈر فارم تبلاتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ نہایت طولانی مقدمہ ہے جو بہت سے صفحات پر ختم ہوتا ہے۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ کیا اِس سلسلہ میں میں یہ ظاہر کر سکتا ہوں کہ یہ سوال صرف اُسوقت پیدا ہو سکتا تھا جب ٹرسٹ نہ ہوتا۔ مقدمۂ ہذا میں مسجد اور مقبرہ دونوں ٹرسٹ ہیں صرف مدعا علیہم کا یہ کہنا ہے کہ ملا صاحب امام کے ٹرسٹی ہیں اور صرف امام اُن سے حساب کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا کہنا ہے کہ ٹرسٹ خیراتی ہے۔ پس یہاں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا شہادتوں کو ملاحظہ فرمائیے اِن سے بالکل صاف ثابت ہے کہ ملا صاحب امام کے ٹرسٹی ہیں۔ اُن کی دلیل ہے کہ مسجد اور غلہ جزو دعوت ہیں اور جہاں تک دعوت کا تعلق ہے

میں صرف امام کا ٹرسٹی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ جناب کو وہ جرح جو ملا صاحب سے کی گئی تھی یاد ہے یا نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اگر آپ اس حصہ کے تحت میں ملاحظہ کرتے تو اس میں لکھا ہے (پڑھتا ہے) اس میں بادشاہ خود ٹرسٹی مانا گیا ہے لیکن وہ اپنی رائے کا خود مختار ہے

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں جناب والا نے مجھ سے کل جسٹس طیب جی کے مقدمہ پر بھی غور کرنے کو فرمایا تھا۔ یہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ داؤدی بوہروں کے فوائد کے لئے ترکہ ہے تو تو اُس مقدمہ کی تخصیص اِس لئے کر سکتے ہیں کہ وہ خاص جماعت کے لئے محدود ہے میں نے اُس پر غور کیا ہے اور میں نہیں خیال کرتا کہ اس بنا پر اُس کی تفریق کر سکوں۔ یہ ہمیشہ اِس امر پر مشروط ہے کہ "اگر کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو یہ ثابت کرے کہ ترکہ برائے جماعت محدودہ کا منشاء پرائیوٹ خیرات کو بھی شامل کرنا نہ تھا" پس دیکھئے اِس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اُس میں تمام خیراتِ عامہ بھی آجاتی ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مقدمۂ اوّل چینیری بابت ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۳۲ میں ہے کہ (عطیہ کو ٹرسٹیان اپنی منشاء کے مطابق مفاد انسٹیٹوٹ پر صرف کریں۔ وصیّت کنندہ نے اِس انسٹیٹوٹ کو باشندگان کے مفاد کے لئے حکم دیا تھا۔ لیکن نہ عمارت کسی وقت ٹرسٹیوں کے منتقل ہوئی تھی اور نہ عمارت کے لئے کسی قسم کا خیراتی ٹرسٹ قائم ہوا تھا۔ وہ وصیت کنندہ ہی کے تحت میں رہی اور باشندگان کے فوائد کے کام میں استعمال کی گئی اِس میں یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ یہ زر ترکہ درست خیراتی عطیہ ہے کیونکہ وہ باشندگان کے مفاد کے لئے تھا۔

تفریق نہیں کرسکتا۔

مسٹر الویرارٹی۔ میں نے جناب والا سے کہا تھا کہ میں تفریق نہیں کرسکتا۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن ممکن ہو کہ فریق ثانی اس پر حصر کرے۔ ایک دوسرا مقدمہ بھی ہو وہ ۲ چیسنری بابتہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۹۰ ہو۔ اس میں ایک کمپنی کے حصے بطور ٹرسٹ دئے گئے ہیں اس کی آمدنی کمپنی کے باقندگان کے اخراجات پورا کرنے میں دی جاتی تھی۔ ڈائرکٹروں کو اختیار تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کریں۔ اس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ وہ صحیح خیراتی عطیہ ہو کیونکہ (۱) مزدور ۵۰ شلنگ فی ہفتہ پاتے تھے۔ اس لئے وہ غریب تھے۔ علاوہ اس کے آمدنی سے جماعت کو امداد ملتی تھی۔ لیکن جج نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ قلیل تنخواہ والی جماعت مفلس تھی۔ اس پر جج اپنی تحریر جاری رکھتے ہوئے خیراتی پر بحث کرتا ہو۔ جج کا کہنا ہو کہ اگر عطیہ کسی خاص قصبہ یا خاص قوم کے مفاد کے لئے ہو تو یہ نہایت وسیع ہو لیکن ایسی صورت میں اغراض عامہ کے لئے ٹرسٹ نہیں ہو بلکہ دراصل پرائیویٹ اغراض کے لئے ہو یعنی کمپنی کے مزدوروں کے لئے۔ اسی بنا پر ٹرسٹ ناکام رہا۔

مسٹر الویرارٹی۔ ہماری دلیل ہو کہ نذر و نیاز محض جماعت ہی کے لئے مخصوص نہیں ہی بلکہ اس میں تنہا تنہا افراد بھی شامل ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ تو آپ کو یہ دلیل واضح کرنا پڑے گی۔

مسٹر الویرارٹی۔ میں نے شال اور وظیفہ کی مثالیں بتلائی تھیں جو سارا کام ہیں لیکن خیرات عامہ نہیں ہوسکتیں۔

جسٹس مارٹن۔ ایڈوکیٹ جنرل نے مارشش کا ایک مقدمہ بابت ٹرسٹ پیش

کیا تھا جہاں تک میں دیکھتا ہوں وہ مقدمہ قانون مارشیش کے تحت میں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ مقدمہ جیسا کہ جناب کو معلوم ہے اس امر پر منحصر ہے اسکا دارومدار مسلمانوں کی بنیاد پر نہیں تھا۔ پیشتر بھی ایک وقف شدہ مسجد موجود تھی۔ بعد میں کچھ املاک حاصل کی گئیں۔ سوال یہ پیدا ہو گیا کہ آیا اُس میں مارشیش کے سب مسلمان داخل ہیں۔ وہ کچھی میمن تھے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ ہلائی میمن تھے۔

مسٹر انویرارٹی۔ واقعات پر چلئے یہاں بعض مسلمانوں کی مسجد موجود تھی اور اِس مسجد کے لئے جائداد خرید کی گئی۔ پس سوال یہ پیدا ہو گیا کہ کچھی میمن جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جن کے لئے ٹرسٹ کیا گیا کیا کوئی ایسی دستاویز لکھ سکتے ہیں جس سے کامل انتظام محض انہیں کے ہاتھ میں رہے۔ اِس مقدمہ میں اسی کا فیصلہ ہوا۔ اصلی وقف مسجد کے لئے تھا اور جائداد اصل میں مسجد کے لئے خرید کی گئی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ وقف تو بالکل صاف ہے وہ مذہبی اغراض کے لئے جزیرہ کے تمام مسلمانوں کے واسطے وقف تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن واقعات سے شروع کیجئے۔ ایک قسم کے مسلمانوں کے لئے وہ صحیح وقف تھا۔ سوال صرف یہ تھا کہ وہ تمام مسلمانوں (معہ میمن کچھی اور ہلائی) کے لئے تھا یا محض بعض مذکورہ قوموں کے لئے۔ سوال یہ تھا کہ آیا میمن کچھی کوئی ایسی دستاویز لکھ سکتے ہیں جس کے رو سے اُس کا انتظام محض اُنہیں کے پاس رہتا۔ میں

میں مقدمہ کے یہ معنی لیتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ کو اس میں اختلاف ہو کہ ان دو عطیات میں کوئی فرق ہو اول عطیہ کسی خاص شہر کے باشندوں کے لئے دوم عطیہ برائے جماعت مخصوصہ مثلاً داؤدی بوہرہ۔

مسٹر انوبرارٹی۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اس میں مجھے اختلاف ہوگا لیکن یہ شرط ضرور رہتی ہو کہ عطیہ پبلک خیراتی مقاصد میں صرف ہو۔

جسٹس مارٹن۔ تمام جماعت کے فائدہ کے لئے۔

مسٹر انوبرارٹی۔ اس میں وہ شامل نہیں ہوگا جو ہم دعوت فنڈ سے صرف کرسکتے ہیں

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجیے کہ زرغلہ کے متعلق آپ کے بعض گواہان کا کہنا درست ہو کہ ملا صاحب زرغلہ کو جس طرح چاہیں صرف کرسکتے ہیں اور اُسے اپنے جیب خاص میں رکھ سکتے ہیں بالفاظ دیگر وہ ٹرسٹ کے اغراض کو پورا کریں یا نہ کریں اُن کی مرضی پر منحصر ہو پس ٹرسٹ کا وجود ہی نہیں ہو۔

مسٹر انوبرارٹی۔ ہاں۔

جسٹس مارٹن۔ میں ایک کے بعد دوسرے کو طے کرنا چاہتا ہوں مقدمہ مارس بنام بشپ دیکھیے یہ ہمیشہ انگلینڈ میں پیش ہوتا ہو۔

مسٹر انوبرارٹی۔ ہاں یہ ایسا مقدمہ ہو جسے آپ ہمیشہ شروع کیا کرتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ بیشک۔ میں صفحہ ۵۲۵ سے پڑھتا ہوں (پڑھتا ہو) پھر صفحہ ۵۴۳

دیکھیے "اگر متولی خیراتی اور غیر خیراتی اغراض میں اپنی خواہش سے جائداد کو صرف کرتا ہی تو وہاں خیراتی ٹرسٹ نہیں ہی۔" پھر ۲۹۰۵ پر ہی تقریباً درمیان ہی (پڑھتا ہی)

مسٹر انویرارٹی۔ پہلے یہ دیکھئے کہ جو لوگ نذر چڑھاتے ہیں اِن کی نیت کیا ہوتی ہی۔

جسٹس مارٹن۔ میں پیشتر آپ کے اُن گواہوں کے انتہائی بیان کو لیتا ہوں جو کہتے ہیں کہ ملا صاحب روپیہ کو جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اِس کے یہ معنی ہیں خواہ وہ ٹرسٹ کو قائم رکھیں یا نہ رکھیں۔ اگر یہ ایسا ہی ہی تو ابتدا ہی سے کوئی ٹرسٹ موجود نہیں ہی کیونکہ ملا صاحب بالکل خود مختار اور خطا سے مبرا ہیں۔ بعد ازاں ملا صاحب کے نقطۂ نظر کو لیجئے "یہ جائداد میرے پاس ضرور ہی لیکن مجھے چند قوانین کے تحت میں کام کرنا پڑتا ہی میرے لئے ضروری ہی کہ میں اِسکو دعوت کے مصارف میں استعمال کروں" اگر ہم ٹرسٹ ڈیٹ کو مؤثر پائیں تو عدالت اِس کی تعمیل نہیں کرا سکتی۔ پھر ایک دوسرا پائنٹ یہ بھی ہی کہ اغراض بالکل محدود اور معین ہوں۔ لیکن جزواً خیراتی اور کچھ غیر خیراتی ہوں اِس صورت میں بھی خیراتی ٹرسٹ نہیں ہی کیونکہ اس کا غیر خیراتی اغراض پر استعمال کرنا ٹرسٹی کی مرضی پر منحصر ہی۔ اِس کے بعد عطیہ خود باطل ہوجاتا ہی اگر استمرار نہو بہت مقاموں میں جہاں عطیہ خیراتی ہی اُس کا کوئی اثر نہیں ہی۔ تاہم وہاں بھی استمرار کا سوال پیدا ہوجاتا ہی اس سے عدالت یوں عہدہ برآ ہوسکتی ہی کہ وہ عطیہ افراد کے لئے ہی یا آخر میں اُس کو آمدنی کی طرح خرچ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ اُس کو بطور آمدنی خرچ میں لا سکتے ہیں تو استمرار کا خاتمہ ہوجاتا ہی۔ اِس مقدمہ میں میرا خیال نہیں ہی

کہ کوئی شخص یہ کہتا ہو کہ زرِ غلہ بطور آمدنی خرچ نہیں ہو سکتا۔ اُس کا کثیر حصہ اسی طور پر صرف ہوتا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ میری غرض ہے کہ سب کا انحصار محض جناب والا کی رائے قائم کرنے پر ہے۔ شہادتوں سے واضح ہے کہ بوہروں کا مذہب کیا ہے عطیہ دہندوں کی نیت نذر چڑھانے کے وقت کیا ہوتی ہے اس نتیجہ پر پہونچنے کی ضرورت ہے

جسٹس مارٹن۔ پھر یہ ہو سکتا ہے کہ ملا صاحب جماعت کے ٹرسٹی ہیں لیکن یہ خیراتی ٹرسٹ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ایسا نہیں ہے جس میں ایڈوکیٹ جنرل دخل اندازی کر سکیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ صرف پبلک خیراتی ٹرسٹ کا معاملہ نہیں ہے۔ اگر محض بحث کی غرض سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ دعوت کے اغراض محض داؤدی بوہروں کو تعلیم دلانا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ سوال یہ ہوگا کہ کیا وہ زرِ دعوت کو ایسے کاموں میں لگا سکتے ہیں جو دعوت سے مختلف ہوں فرض کیجئے کہ یہ خیرات ہے تو ایڈوکیٹ جنرل کو شاید شکایت کا موقع نہ ہوگا اگر ملا صاحب افسروں کے کتب خانہ کو کچھ عطا کر دیں۔ اُس فیصلہ کے روسے یہ صرف داؤدی بوہروں کے لئے ہے۔ دعوت کی یہ غرض کبھی نہ تھی بلکہ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ داعی اِس کے ذریعہ سے جماعت داؤدی بوہرہ کے دینوی اور روحانی معاملات کا انتظام کرے۔

جسٹس مارٹن۔ تو کیا آپ کچھ وقت اِس پر بحث کرنے کے لئے لیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے دلائل اِس معاملہ میں کیا ہیں کہ بعض گواہان کچھ کہتے ہیں اور ملّا صاحب کچھ فرماتے ہیں آپ کے گواہان انتہائی حد کو پہونچ گئے ہیں اسی سے مشکل آپڑی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ اِس کی تشریح یہ ہے کہ۔ گواہوں کا کہنا ہے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ داعی کے احکام خدا کے احکام ہیں۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ملّا صاحب فرماتے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے اُنکا یہی مذہب ہے۔ لیکن میرا ضمیر کہتا ہے کہ مجھے دعوت کے علاوہ کسی کام میں صرف نہیں کرنا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک یہ عقیدہ ہے کہ جو داعی کرتے ہیں یا جو وہ حکم دیتے ہیں وہ خدا کا حکم ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ روپیہ اپنے جیب خاص میں رکھ سکتے ہیں۔ ملّا صاحب فرماتے ہیں۔ بیشک یہ سچ ہے میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن میرا ضمیر مجھ سے یہ کہتا ہے کہ خدا ایسا حکم نہ دے گا پس میں ایسا نہ کروں گا۔ مجھے اغراض دعوت ہی پر صرف کرنا چاہیئے لیکن جماعت کا اعتقاد ہے کہ وہ اپنے جیب خاص میں رکھ سکتے ہیں۔ جماعت کا خیال ہے کہ ملّا صاحب کا حکم خدا کا حکم ہے۔ ملّا صاحب فرماتے ہیں یہ صحیح ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ خدا ایسا حکم نہ دے گا۔ اِس لئے میں ایسا نہ کروں گا۔ ملّا صاحب اور گواہوں میں اختلاف ہونے کا یہ سبب ہے۔ ملّا صاحب کا کہنا ہے کہ خدا کبھی یہ حکم نہ دے گا کہ روپیہ کو اپنے جیب میں رکھ لیا جائے اور دعوت برباد ہو۔

یہ ضرور ہو کہ اگر وہ جیب خاص میں رکھیں تو مسجد۔ مقبرہ اور جماعت کو کس طرح قائم رکھ سکیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا مذہب مجھے بتلاتا ہو کہ خدا مجھے ایسا کرنے کے لئے کبھی نہ کہیگا

اُنکے متبعین کا کہنا ہو کہ اگر وہ چاہیں تو اُن کو یہ حق حاصل ہو۔

جسٹس مارٹن۔ اگر اُنہوں نے یہ کہا کہ یہ جائداد اُن کے پاس دعوت کے لئے ہو تو اُنکا یہ کہنا کافی ہو۔

مسٹر انوبیرارٹی۔ میں اس کو خود ملّا صاحب کے بیان سے بڑھا کر کہنا نہیں چاہتا لیکن اس امر کی تشریح کر سکتا ہوں کہ گواہان ملّا صاحب سے آگے کیوں بڑھ گئے ہیں اصولاً اُنکا کہنا درست ہو تاہم میں اس میں ملا صاحب سے آگے بڑھنا نہیں چاہتا۔ اکثر مقدموں میں دیکھا گیا ہو کہ مدعی کے گواہان مدعی کے دعاوی سے بھی بڑھ جاتے ہیں اب میں کل کی بحث سے آگے چلنا چاہتا ہوں ۔

حساب سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہیں۔ جس وقت عیسیٰ بھائی معطی بھائی دیوالیے ہو گئے تو اُن کی ہنڈیاں بیکار ہو گئیں۔ جو کچھ اُنہوں نے وعدہ کیا تھا وہ اُس کو ادا نہ کر سکے اور جیسا کہ میں پیشتر کہہ چکا ہوں اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ ملّا صاحب جو اُن کے ضامن تھے اس کی ادائیگی کے ذمہ دار ٹھہرے کیونکہ معطی بھائی ادائیگی سے قاصر تھے۔ اُس وقت حساب اُنکے نام سے کھولا گیا گویا کہ وہ خود مقروض تھے۔ جناب والا دیکھ سکتے ہیں کہ سمبت ۱۹۷۱ میں (کاغذ وجہ ثبوت اے۔ بی۔ اوّل) حساب کی سرخی بدل دی گئی ہو۔ مجھ سے یہ بھی بتلایا گیا ہو کہ ملّا صاحب نے ہنڈی کی ضمانت دی تھی۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ اُنہوں نے پیشتر ضمانت دی تھی یا دیوالیہ

ہونے کے بعد۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہے کہ یہ پیشتر ہی ہوا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُنپر دو وجہ سے ذمہ داری وارد ہوتی تھی۔ اوّل تو وہ ضامن تھے دوم اُنہوں نے خریداری کا حکم دیا تھا حساب اُنکے نام کھولا گیا اور اُنکو مدعا علیہ نمبر ۲ ادا کا مقروض ظاہر کیا گیا (کاغذ وجہ ثبوت اے۔ ای۔ اوّل) اِس کی سرخی ہے "سید نا بدرالدین صاحب کا حساب"

جسٹس مارٹن صفحہ ۱۲۰

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے کاغذ وجہ ثبوت اے۔ ڈی۔ اوّل کا کل حوالہ دیا تھا۔ یہ جناب کو یاد ہوگا کہ ۲۳۷۲ روپیہ بقایا ہے جو ابتدائی جائداد کی خریداری سے تعلق رکھتا ہے ۱۴۸۶۹۴ روپیہ ساری عمارت کی لاگت کا ایک حصہ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ پھر کاغذ وجہ ثبوت اے۔ ڈی۔ سوم صفحہ ۱۲۲ میں سیٹھ چاندا بھائی کی مسجد کے نام ۱۵۰۰۰ روپیہ جمع ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ وہ رقم ہے جو بدری محل کے حساب میں درج ہے۔ وہ غلّہ سے نکالی گئی تھی۔ اِس کا ذکر میں نے کل کیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ پھر کاغذ اے۔ ڈی۔ چہارم کو ملاحظہ کیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس قدر لے کر حساب برابر کر دیا گیا تھا یہ رقم اُن لوگوں کی تھی جنہوں نے اِس کی ادائیگی کے لئے قرضہ دیا تھا۔ ۱۵۰۰۰ روپیہ غلّہ سے لئے گئے

اور ۱۴۰۰۰۰ روپیہ عیسیٰ بھائی کے ہنڈی کی رقم ہو اگر ہنڈی سکار دی جاتی تو حساب برابر کر دیا گیا ہوتا لیکن عیسیٰ بھائی کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے ملا صاحب ذمہ دار ٹھہر گئے کیونکہ اُنھوں نے خریداری کا حکم دیا تھا۔ اِسی وجہ سے دوسرے حساب میں یہ رقم اُن کے نام لکھی ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کاغذ وجہ ثبوت اے۔ ڈی چہارم قیمت کے بارے میں ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۵۹۹۵ روپیہ اُن چیزوں کی قیمت اور خرچہ کی رقم ہو۔

جسٹس مارٹن۔ پھر دیکھیے کہ بدری محل ملا صاحب کو بطور وقف دیا گیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اندراج یہ ہو (سیدنا) بدرالدین صاحب کو وقف میں دینے کی غرض سے

جسٹس مارٹن۔ بعد ازاں بدری محل اور ۱۹۶ مربع گز زمین کے متعلق دستاویز انتقال دیکھیے۔ ۲۵ جون اور یکم جولائی۔ اِس کے بعد معطی بھائی دیوالیہ ہو گئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ ۱۵ اگست ۱۹۱۲ء کو دیوالیہ قرار دئے گئے۔ سرکاری وکیل کے عرضی دعویٰ کے پیراگراف ۱۱ میں لکھا ہو کہ ۱۵ اگست ۱۹۱۲ء کو حکم صادر ہوا اور جائداد کی نگرانی کا حکم دیا گیا۔ یہ وقت دیوالی سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ یہ دیوالی سے صرف دو یا تین مہینہ پیشتر ہوا۔ پس جب ۱۴۰۰۰۰ روپیہ کی رقم جس کی امید معطی بھائی سے کی جاتی تھی وصول نہ ہوئی تو ملا صاحب اِس کے ضامن ہو گئے کیونکہ ابتداء میں جائداد اِنہیں کے واسطے خریدی گئی تھی۔ وہ بقایا کے دین دار ٹھہر گئے۔ خرچ کی طرف دیکھیے ۱۲۲۰۰۴ روپیہ لکھے ہیں (اندراج پڑھتا ہو) یہ سود ہو جو ایک عجیب نام کے تحت میں ہو۔

جسٹس مارٹن- درست نام آنا ہی یعنی جب کچھ برائے نام چیز دے دی جائے تو وہ درست ہو جاتا ہی- باشرع-

مسٹر انویرارٹی- ممکن ہی کہ یہ غلط ہو لیکن اِس طرح سے ۱۵۲۰۰۰ روپیہ کا حساب برابر کیا گیا ہی- اُس پہلی رقم کو ادا کرنے کی غرض سے بدری محل کے کرایہ کا بقیہ حصہ اس کی ادائگی میں چلا جاتا ہی اس کے بعد ۱۴۶۰۰۰ روپیہ بقایا رہتے ہیں- اسی سال غلہ فنڈ سے ۷- نومبر ۱۹۱۵ء کو ۶۶۵۹ روپیہ لئے جاتے ہیں- پس یہ ملا صاحب کے قرضہ کی کھلم کھلا ادائگی ہی- دوسرے سال ۱۴۰۰۰ روپیہ کی رقم ملا صاحب کے نام لکھی جاتی ہی (کاغذ وجہ ثبوت اے الف)

جسٹس مارٹن- کاغذ وجہ ثبوت اے- ای سوم- دونوں جانب کے حساب بیباق کرنے کے واسطے ہی-

مسٹر انویرارٹی- ۱۱۵۸۰ روپیہ کی رقم فاضل کرایہ ہی-

جسٹس مارٹن- اُنھوں نے سود کی رقم جمع کی طرف لکھی ہی-

مسٹر انویرارٹی- ملاحظہ ہو کاغذ وجہ ثبوت اے- الف- اوّل- یہ حساب ملا صاحب کا ہی- ۱۴۰۰۰ روپیہ اب بھی اُن کے ذمہّ باقی ہیں- اس سال میں مورخہ ۸- نومبر ۱۹۱۵ء کو ۲۵۰۰۰ کی رقم غلہ سے لی گئی ہی- ہماری عرض ہی کہ یہ بھی اِسی درجہ میں ہی- یہ ملاّ صاحب کے قرضہ کی ادائگی ہی- اگر جناب کو یاد ہو تو ملا صاحب کا کہنا ہی کہ زرِ غلہ جزدِ دعوت ہی- اسی سال ۱۵۰۰۰ کی رقم اور ہی- یہ آخری رقم تھی جو غلہ سے لی گئی- اس کے بعد کے سال میں سُرخی کچھ مختلف ہی "ملاّ صاحب کا حساب نمبر ۲"۔

جسٹس مارٹن۔ دوسرے سال ۲۵۰۰۰ کی رقم ادا ہوئی۔

مسٹرانویرارٹی۔ حساب نمبرا بدری محل کے کرایہ کا حساب ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اگر خرچ کی جانب ابتدائی بقایا کو دیکھیں تو وہ صفحہ ۸۴ پر ہے۔ جو کاغذ وجہ ثبوت اے۔ ایف ہے یہ ۲۵۰۰۰ کی رقم کہاں سے آئی۔

مسٹرانویرارٹی۔ غلہ سے اِس سال کچھ نہیں لیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ ۲۵۰۰۰ کی رقم بدری محل کا کرایہ ہوگا۔ اِس کے بعد ۱۹۱۶ء میں مقدمہ دائر کیا گیا۔

جسٹس مارٹن۔ جس قدر رقم غلہ سے لی گئی تھی اُس کی ایک فہرست پیش کی گئی ہے۔

(عدالت مسٹرانویرارٹی کو فہرست دیتی ہے)

مسٹرانویرارٹی۔ ہاں یہ فہرست صحیح ہے بجز اس کے کہ اس میں ۵۰۰۰ کی رقم چھوٹ گئی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ دوسرے دن ادا کر دی گئی۔

مسٹرانویرارٹی۔ ہمیں اِس پر ضد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں۔

مسٹرانویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ ملا صاحب نے پانچہزار روپیہ ادا کیا۔

جسٹس مارٹن۔ جہاں تک غلہ کے حساب کا تعلق ہے ایک دن روپیہ نکالا گیا اور دوسرے دن پھر واپس کر دیا گیا۔

مسٹرانویرارٹی۔ میں نے اِن تمام رقموں کو دیکھا یہ واقعہ ہے کہ غلہ کو خیرات مان کر

کبھی یہ منشاء نہیں ہوئی کہ اِس خریداری کو غلّہ کے حساب میں لکھا جائے وہ دعوت کے لئے تھا اور چونکہ ملّا صاحب کے ذمّہ زرِ دعوت سے اِس کی ادائیگی آپڑی تھی اِس لئے اِس طرح سے روپیہ دیا گیا۔ کیونکہ ملّا صاحب نے دعوت ہی کے لئے یہ ملکیت خرید کی تھی۔ اُنھوں نے یہ سمجھ کر کہ اُن کو حق حاصل ہے اِس روپیہ سے اپنا قرضہ ادا کیا۔ جائداد خرید کرنے کے لئے روپیہ نہیں دیا گیا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اِس جائداد میں فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن جو شخص اِس سے فائدہ اُٹھاتا ہے حقیقت میں وہ ملّا صاحب ہیں۔ ملّا صاحب روپیہ کے ذمّہ دار تھے اور اُنھوں نے اپنے قرضہ کی ادائیگی غلّہ سے کی۔ پس اگر یہ رائے قائم کی جائے کہ اُن کو غلّہ سے روپیہ نہیں لینا چاہیئے تو ہم عرض کریں گے کہ اِس کا مناسب علاج یہ ہو سکتا ہے کہ قرضہ کی ادائیگی کا حکم دیا جائے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ جائداد زرِ خیرات سے حاصل نہیں کی گئی۔ ہمارا کہنا ہے کہ ملّا صاحب نے جائداد کی خریداری کا حکم دیا تھا اور وہ دعوت کے لئے خرید کی گئی تھیں۔ یہ اُنکے جائے اقامت کے لئے خرید کی گئی تھیں کہ جب وہ بمبئی میں رہیں اِس میں قیام فرمائیں یہ اغراضِ دعوت میں سے ہے اور یہ محض غلّہ تک محدود نہیں رہیگا۔ جہاں ملّا صاحب بطور قائم مقامِ دعوت تشریف فرما ہوتے ہیں نہ کہ محض بطور قائم مقام غلّہ۔

ایک مقدمہ اٹارنی جنرل بنام کارپوریشن (میونسپل) ہے۔ اِس میں جیسا کہ جناب والا کو معلوم ہے کارپوریشن نے ایک خیراتی جائداد کو فروخت کر ڈالا تھا۔ اُنھوں نے خیرات کی آمد میں اپنا خود روپیہ لگایا اور اِس مجموعہ سے اُنھوں نے ایک نئی جائداد خرید کی۔ دوسرے لفظوں میں خیرات کا روپیہ حقیقتاً ادائیگی میں صرف کیا گیا۔ اٹارنی جنرل نے اِس جائداد

کے فروخت ہونے کی وجہ سے خلاف ورزی ٹرسٹ کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اٹارنی جنرل کا دعویٰ تھا کہ اس خرید شدہ جائداد سے ایک حصّہ دلایا جائے۔ ماسٹر آف رول نے ڈگری دے دی۔ اس کی اپیل ہاؤس آف لارڈ (دارالامرا) میں ہوئی۔ دوران بحث میں لارڈ چینسلر نے کہا کہ فریقین کو باہم تصفیہ کر لینا چاہئے۔ اس پر انہوں نے تصفیہ کر لیا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ آیا وہ اپیل صرف اصول پر تھی یا نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ بہرحال دارالامرائے کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مطبوعہ مقدمہ ہے۔ ۵۔ بیو صفحہ ۳۰۷۔ آٹارنی جنرل بنام میونسپل آف نیو کاسل۔ جائداد سے کچھ سود دلایا گیا تھا۔ پھر ہاؤس آف لارڈز صفحہ ۴۰۲

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۴۱۴ کا درمیانی حصّہ دیکھئے (پڑھتا ہے) یہ صورت بالکل نئی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس مقدمہ میں زر خرید کے عوض جائداد استعمال ہوئی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ عدالت ابتدائی کے فیصلہ کی تائید کی گئی ہے۔ کیا یہ غلط ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ غلط ہے۔ ماسٹر آف رول نے پہلی جائداد کے فروخت ہونے کو صحیح تسلیم کر لیا اور اس کے موافق حکم دیا۔ لیکن ہاؤس آف لارڈ نے حکم دیا کہ وہ غلط ہے میں نہیں خیال کرتا کہ اِس کو کس طرح تائید کرنا کہا جاتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اپیل کا حکم کیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ صفحہ ۴۰۲ پڑھتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ کہاں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ صفحہ ۲۲۴ کے نیچے۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۲۲۴۔ دسویں سطر پڑھو۔ (پڑھتا ہے)

مسٹر انویرارٹی۔ یہ وہ روپیہ ہے جو اُنہوں نے خیرات کی جائداد فروخت کرکے حاصل کیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ (پڑھتا ہے "اگر کارپوریشن ..... ")

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مشکل آپڑی تھی کہ روپیہ کس طرح صرف ہو۔ کیونکہ فروخت ہونا وہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جب وہ اِس بیع کو تسلیم نہیں کرتے تھے تو املاک میں حصّہ پانے کے کیسے مستحق ہو سکتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ نظیر میرے موافق ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ زرِ علّہ جائداد کی خریداری میں فی الواقع لگایا گیا تو میرا یہ کہنا نہیں ہے کہ مقدمۂ ہٰذا میری تائید کرتا ہے۔ وہاں یہ مشکل آپڑی تھی کہ جائداد کا فروخت کرنا جب تسلیم نہیں کیا جاتا تو وہ جائداد قانوناً خریداروں سے واپس لی جاسکتی تھی۔ ایسی صورت میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ چونکہ یہ جائداد اُس روپیہ سے خرید کی گئی ہے اس لئے اِس میں ہمارا حصّہ بھی ہے۔ لارڈ چینسلر (صدر الصدور) صفحہ ۲۲۴ پر کہتا ہے (پڑھتا ہے) اِس لئے آگے پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہوا۔ اِس سوال سے قطع نظر کرکے کہ حصّہ کی قیمت زیادہ ہے۔ یہ معاملہ ہمارے لئے نہایت اہم ہے۔ اگر جناب والا اِس جائداد کے حصّہ پر ٹرسٹی مقرر کریں تو ملا صاحب کے لئے کرایہ دار ہونا دقّت طلب ہو جائیگا۔

جسٹس مارٹن۔ آپ اِس فقرہ کو استعمال نہ کیجئے "عدالت کی جانب سے ٹرسٹی مقرر ہونا" میں ٹرسٹی مقرر نہیں کر رہا ہوں۔ کسی نے مجھ سے ٹرسٹی کے تقرر کے لئے نہیں کہا اگر ملا صاحب قانوناً ٹرسٹی ہیں تو وہ محض اپنے عہدہ کی وجہ سے ہیں "عدالت کی جانب سے ٹرسٹی کے مقرر

ہونے کا فقرہ مہینوں ہوئے چھوڑ دیا گیا ہو"

مسٹر انویرارٹی - اگر جناب والا یہ فیصلہ کریں کہ ملا صاحب ٹرسٹی ہیں اور عدالت ہٰذا کے تحت میں ہیں تو ملا صاحب اِس کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے اُس وقت عدالت کو ٹرسٹی مقرر کرنا ہی پڑے گا۔

جسٹس مارٹن - ملا صاحب نے اپنے اظہار میں اِس مسئلہ کو لیا ہی نہیں - میں یہ پائنٹ آپ سے سُننا نہیں چاہتا کہ اظہارات میں ایسا کہیں نہیں ہے اور میں اس پر ہرگز غور نہ کرونگا ۲ چینسری بابتہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۴۰۸ میں راس المال ڈاٹر کٹروں اور اُنکے جانشینوں کے نام بطور عطیہ تھا بعد میں وہ فروخت کر ڈالا گیا اور اُس سے زمین خرید کی گئی - پھر زمین بھی بعد میں فروخت کر دی گئی اور کچھ روپیہ ڈائرکٹر نے غبن کر لیا۔ اُس کے جانشین نے خریدار پر مقدمہ چلایا جج نے فیصلہ کیا کہ ٹرسٹ کی خلاف ورزی ہوئی اس لئے اراضی مذکور کو فروخت کر کے اس کی تلافی کی جائے۔

مسٹر انویرارٹی - اِس معاملہ میں راس المال (اسٹاک) زمین کی خریداری میں لگایا گیا تھا اور آخر میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ آخری خریدار کے نام انتقال اراضی ٹرسٹ کی خلاف ورزی نہیں تھی۔

جسٹس مارٹن - صرف خریداری زمین ٹرسٹ کی خلاف ورزی تھی لیکن جج نے کہا کہ اگر فرض بھی کیا جائے کہ یہ ٹرسٹ کی خلاف ورزی ہے تو بھی جب تک تمام متعلقین وقف نہ چاہیں اُس وقت بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹرسٹیان اِس خلاف ورزی کو دور کریں اور ایسا صرف

زمین کے فروخت کرنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ لیکن جج کا کہنا ہے کہ اگر ٹرسٹیان غلط طور سے کاروبار چلائیں تو متعلقینِ وقف کو اُن کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اب میں ملا صاحب کے ادائیگی قرض کو لینا چاہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ عدالتِ ماتحت میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ انہیں متناسب حصہ لینے کا حق ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مناسب یہ ہے کہ انہیں اراضی سے معاوضہ دلایا جائے۔ ہم اس سے یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ دعوت کے لئے ادا کیا گیا تھا۔ اور ہمارا انحصار اس پر بھی ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا عرس .....

جسٹس مارٹن۔ قبل اس کے کہ اس سے آگے بڑھیں زرِ ٹرسٹ کے متعلق غور کیا جائے۔ اس مقدمہ کو لیجئے جو جسٹس "کے" نے فیصل کیا ہے۔ وہ زرِ ٹرسٹ کے لئے چند قواعد مقرر کر رہے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ فرض کیجئے کہ دس ہزار روپیہ گورنمنٹ پرامیسری نوٹوں میں بطور ٹرسٹ موجود ہے۔ میں اُسے بیچکر ایک جائداد خرید کرتا ہوں۔ یہ جائداد بیشک املاک ٹرسٹ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ زرِ ٹرسٹ کے ساتھ کچھ اور ملا دیا گیا۔ کیا اُس وقت پوری جائداد سے وصول کیا جائیگا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں وہ رقم جو خرچ کی گئی ہے وہ پوری جائداد سے وصول کی جائیگی۔

جسٹس مارٹن۔ متعلقینِ وقف کو حصہ نہیں ملتا بلکہ انہیں صرف معاوضہ ملتا ہے۔

فرض کیجئے کہ ٹرسٹی نے زیر ٹرسٹ اور اپنے روپیہ سے کوئی مکان خرید کیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ فرض کیجئے کہ ایک ٹرسٹی اپنے بینک کے حساب میں ٹرسٹ کا روپیہ جمع کرتا ہے اور کسی خاص سال میں دس ہزار روپیہ بذریعہ چک وصول کرتا ہے جو اُس نے اپنے کام کے لئے اپنے حساب میں اُٹھایا۔ اب ایکہزار جو بچ گیا ہے وہ ٹرسٹ کا روپیہ ہے۔ وہ اپنا روپیہ کہاں ملاتا ہے جو کچھ بقایا ہے وہ ٹرسٹ کا روپیہ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ ایک متولی ایک جائداد ایک لاکھ قیمت کی خرید کرنا چاہتا ہے وہ اسّی ہزار روپیہ اپنے جیب خاص سے ادا کرتا ہے اور باقی رہن کر کے قرض لیتا ہے لیکن مرتہن اپنے روپیہ کی ادائگی چاہتا ہے۔ ٹرسٹی ٹرسٹ فنڈ سے روپیہ لے کر مرتہن کو ادا کر دیتا ہے اور رہن کو منتقل کرا لیتا ہے۔ اُس وقت ٹرسٹ کی کیا پوزیشن ہوگی۔

مسٹر انویرارٹی۔ جواب بالکل سیدھا ہے۔ بادی النظر میں ٹرسٹ اُس قدر روپیہ کے لئے اُس جائداد کا مرتہن ہو جائیگا۔

جسٹس مارٹن۔ فرض کیجئے کہ اسّی ہزار روپیہ اپنے جیب سے صرف کیا اور بیس ہزار ٹرسٹ سے لگایا۔

مسٹر انویرارٹی۔ بجزہ بیو کے کوئی نظیر اِس کے متعلق نہیں ملتی۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن وہ مفید مطلب نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بیشک وہ بیکار ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں ماسٹر آف رولس کے فیصلہ کی پیروی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس وقت

ہاؤس آف لارڈ کے فیصلہ کا خیال آتا ہو تو یہ فیصلہ یقیناً غلط ہو جاتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس کے بعد ہم یہ جناب کے فیصلہ کے لئے پیش کرتے ہیں کہ غلہ فنڈ عرس فاتحہ اور مقبرہ کی مرمت وغیرہ میں صرف ہوتا ہے۔ پس فرض کیجئے کہ ہم اس رائے پر پہونچے کہ یہ خیرات نہیں ہے تو اس وقت یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ یہ فنڈ جزواً خیرات میں صرف ہوتا ہے اور کچھ اور باتوں میں۔ یہ اہم پائنٹ ہے۔ اور پریوی کونسل کا فیصلہ ہے کہ فاتحہ کا کھانا جب غربا کو کھلایا جائے تو صحیح وقف ہے۔ کیا کہیں ایسی نظیر نہیں ملتی جہاں عُرس کی دعوت کا بھی خیال کیا گیا ہو۔ میں عدالت کی رائے کے لئے پیش کرتا ہوں کہ جب تک خیرات نہ کی جائے تو فاتحہ صحیح وقف نہیں ہے۔ مقدمۂ ہٰذا میں یہ بیان نہیں ہوا کہ چاند بھائی کے فاتحہ کے وقت کسی قسم کی خیرات کی جاتی ہو یا مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہو۔ رسم فاتحہ دعوت کی رات کو ہوتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ مجلس ہے اور محض فاتحہ نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجلس صرف ایک مجمع ہے جس میں دعائے فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ مسجد میں صرف فاتحہ ہی نہیں پڑھی جاتی بلکہ دعائے صدق اللہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ دعائے کبیر کا اوّل نصف حصہ اور دعائے صغیر پڑھی جاتی ہے۔ یہ عرس کی شب کو ہوتی ہے۔ اس کے بعد عرس کی فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ اسے ہمیشہ مجلس کہتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اسے رسمِ فاتحہ خوانی کہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ گذشتہ تین ماہ سے ہم اسے مجلس کہتے آئے ہیں کسی نے اسے رسمِ فاتحہ خوانی

نہیں کہا

مسٹر انویرارٹی۔ عرس کے پہلے دن والی شام کو کسی قسم کی خیرات نہیں کی جاتی۔

جسٹس مارٹن۔ یہ مذہبی رسم ہی جو اس مسجد کے اندر منعقد ہوتی ہو۔ اس میں چند دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ سب چاندا بھائی کے سالانہ عرس کے لوازمات سے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ سوال یہ ہو کہ کیا یہ خیراتی ہیں

جسٹس مارٹن۔ بلاشک۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب والا کو تمام مقدمے تبلا ہوں۔ لیکن میں سب کو پیش نہیں کرتا بلکہ اِن میں سے بعض کو پیش کرتا ہوں۔ پہلا مقدمہ جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں یہ وہ مقدمہ ہو جس میں اچھی طرح سے تبلایا گیا ہو کہ رسم فاتحہ کیا ہو اور عرس کیا ہو۔ ۷۔ الہ آباد جرنیل صفحہ ۱۰۹۵

جسٹس مارٹن۔ کیا یہ تسلیم شدہ لارپورٹ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ایسا ہی ہو۔ یہ مختلف لارپوٹوں میں درج ہو۔

جسٹس مارٹن۔ کس سال کی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۱۸۹۱ء

جسٹس مارٹن۔ یہ سنیوں کا مقدمہ ہو یا شیعوں کا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہو کہ سنیوں کا مقدمہ ہو۔

جسٹس مارٹن۔ اِس کا فیصلہ کس نے کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ایک مسلمان جج نے جن کا نام کرامت حسین ہی۔

جسٹس مارٹن۔ کتاب کی ابتدا میں دیکھکر بتلائیے کہ وہ قائم مقام جج تھے یا مستقل۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ قائم مقام تھے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا لا جرنل تسلیم شدہ ہی۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ بیشتر کے چیف جسٹس ان لا جرنلوں کو ہرگز نہیں دیکھا کرتے تھے وہ کبھی اِنپر حصر نہیں کرتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ موجودہ چیف جسٹس نے کیا کیا ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقدمۂ ہٰذا بمبئی اور الہ آباد میں پیش ہوچکا ہی اور ان فیصلہ جات میں اس سے کام لیا گیا ہی۔

جسٹس مارٹن۔ مقدمہ کے مختصر واقعات بیان کیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس میں عُرس اور رسم فاتحہ خوانی کا حال ہی۔

جسٹس مارٹن۔ میں کسی دوسرے جج کے بیان کو سُننا نہیں چاہتا کہ عرس کیا ہی اور فاتحہ کیا ہی۔ مقدمۂ ہٰذا میں اِس کے متعلق شہادتیں موجود ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ رسم فاتحہ خوانی اور عرس کے متعلق مفصل حال لکھتے ہیں بعد میں فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ صحیح خیراتی یا مذہبی ٹرسٹ نہیں ہی۔ حتّٰی کہ پیروں کے معاملہ میں بھی وہ خیراتی یا مذہبی ٹرسٹ نہیں ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اوّل تو مجھے تفصیل سُننے کی ضرورت نہیں ہی۔ کیونکہ وہ سُنّیوں کے متعلق ہی جو بالکل مختلف فرقہ ہی۔ میں عرس کی تفصیل بھی سُننا نہیں چاہتا۔ میں کسی

دوسرے فرقہ کے متعلق کسی جج کا طولانی بیان دیکھنا نہیں چاہتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ عُرس سنّی اور شیعوں میں یکساں ہوتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ عرس کے بارے میں ہم تین مہینے سے زائد سے سُنتے آئے ہیں۔ اگر آپ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کن وجوہات پر جج نے فیصلہ کیا کہ یہ قانوناً صحیح ٹرسٹ نہیں تھا تو میں سنوں گا۔ مجھے تفصیل نہیں چاہیئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ انکا کہنا ہے کہ رسمِ فاتحہ اور عرس خیراتی نہیں ہیں (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ یہ جج کے لئے غیر ممکن ہے کہ وہ ایسے طولانی فیصلہ کو دیکھے۔ وہ نہایت طولانی ہے۔ دیکھیے عدالت اپیل نے کوئی رائے نہیں دی۔ اُنہوں نے اِس بناء پر مقدمہ کا فیصلہ کیا کہ وہ جائز طور سے نہیں دیا گیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ مقدمہ ایک مسلمان جج نے فیصلہ کیا ہے اس لئے میں عرض کرونگا کہ مجھے پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

جسٹس مارٹن۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آخر کار نتیجہ کیا ہوا۔ ججان اپیل نے عدالت ماتحت میں جو سوال اُٹھایا تھا اُسپر کوئی رائے نہیں دی۔

مسٹر انویرارٹی۔ جناب والا فیصلہ میں پاوینگے کہ پیر ہونے کی صورت میں بھی وہ صحیح ٹرسٹ نہیں تھا۔ پھر الہ آباد ۳۲ صفحہ ۴۰۰ کو دیکھیے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ کس کا فیصلہ ہے

مسٹر انویرارٹی۔ جسٹس بنرجی کا۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس کا حوالہ میں نے، الہ آباد جنرل

میں دیا ہے۔ اس میں یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ معمولی مقبرہ بھی صحیح خیراتی جائداد ہے۔ یہ مقدمہ ہمارے خلاف ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ سُنیّوں کا مقدمہ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں۔ لیکن اس معاملہ میں شیعہ اور سنیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اِس میں مسلمانوں کے بارے میں عام طور سے ذکر کیا گیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آئرلینڈ اور انگلینڈ میں جو مقدمے ہوئے ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کی روحوں کے لئے دعاخوانی (ماس) جائز ٹرسٹ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن پریوی کونسل میں اِس مقدمہ کے نظیر ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ ہاؤس آف لارڈ نے فیصلہ کیا تھا کہ قانون غلط بنایا گیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ عدالت پریوی کونسل کے فیصلوں کی پابندی کرتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۴۰۵ پڑھ کر۔ یہاں غیر ملکی قانون نقل کیا جارہا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ اِس کو بجائے آئرش لا کے انگلش قانون ہونا چاہیئے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ قانون تبدیل ہوگیا ہے۔ وہ بیرونی قانون کا حوالہ دے رہا ہے آئرش یا برطانی قانون۔ یہ قانون اب مروّج نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ جناب والا کا مطلب میں سمجھا۔ ہاؤس آف لارڈ نے فیصلہ کیا کہ رومن کیتھلک کلیساؤں میں جو ماس ہوتا ہے اُس کو عطیہ دینا جائز خیراتی عطیہ ہے۔ میری حجت یہ ہے کہ پریوی کونسل نے اِس کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ پریوی کونسل یہ نہیں فیصلہ کر سکتی کہ انگلینڈ کا قانون کیا ہے۔ پریوی کونسل کو برطانی قانون سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ہاؤس آف لارڈ کرتا ہے۔ جہاں تک پریوی کونسل کا تعلق ہے وہ غیر ممالک کے معاملات کو طے کرتی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ماس آئرلینڈ میں صحیح تسلیم کیا گیا اور انگلینڈ میں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید چھاپہ کی غلطی ہوگی۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۱۰۴ کو ملاحظہ کیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس میں اس کی تفصیل درج ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اس مقدمہ کا نتیجہ کیا ہوا۔

مسٹر انویرارٹی۔ آخرکار یہ رائے قائم کی گئی کہ فاتحہ معمولی افراد کے لئے صحیح ٹرسٹ تھا

جسٹس مارٹن۔ یہ نہایت مشکل فیصلہ ہے۔ صفحہ ۴۰۶ کے نیچے کا حصہ دیکھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مدراس میں معمولی افراد کے لئے رسوم فاتحہ خوانی خیراتی نہیں ہیں خواہ اس میں مساکین کو کھانا کھلایا جائے اور کچھ دیا بھی جائے۔ یہ مقدمہ ۱۸ مدراس صفحہ ۲۱۴ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ شاید آپ ۴۳ مدراس کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں ۴۳ مدراس نہیں ہے۔ اُس میں یہ رائے قائم کی گئی تھی کہ جو وقف معمولی اشخاص کے فاتحہ خوانی کے لئے کیا جائے وہ صحیح خیرات نہیں ہے حتی کہ مساکین کو کھانا بھی کھلایا جائے۔

جسٹس مارٹن۔ ۱۸ مدراس کے صفحہ ۲۱۳ کے نیچے سے آٹھویں سطر دیکھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ جس پبلک پالیسی (ملکی دور اندیشی) کا جج حوالہ دے رہا ہے وہ کیا ہے

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے وہ قدامت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ جو انگلستانی قانون میں یقیناً ناقص ہوگا صفحہ ۲۱۳۔ نیچے سے آٹھویں سطر کو دیکھئے۔ اس میں پبلک پالیسی کا ذکر ہے

مسٹر انویرارٹی۔ شاید اسے ملکی دور اندیشی کے اصول کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ اس کی دعوتیں فضول سی ہوتی ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ جو میں کہہ رہا ہوں صحیح معلوم ہوتا ہے۔ فاضل جج نے جو کچھ کہا بالکل واضح ہے وہ ایسے معاملات کا حوالہ دے رہا ہے جہاں مُردوں کی ارواح کے لئے ماس (ثواب رسانی) منایا جاتا ہے۔ یہ ملکی دُور اندیشی کے اصول کے خلاف ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ پریوی کونسل کا کہنا ہے کہ ہمارے خیال میں رومن کیتھلک کلیساؤں کو (ماس) ایصال ثواب مردگان کے لئے جو عطیہ دیا جاتا ہے ناجائز ہے۔ وہ ہاؤس آف لارڈ کا فیصلہ ماننے کے لئے مجبور نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ بہرحال قابل جج نے اپنے فیصلہ کا انحصار انگلستانی قانون پر رکھا۔ لیکن یہ قاعدہ تبدیل ہو گیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ۴۳ مدراس میں رسم فاتحہ خوانی کی تعریف کی گئی ہے یہ وہ فاتحہ ہے جس میں خیرات بھی تقسیم ہوتی ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۵۱ کی آخری سطر کو دیکھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہی) جناب والا اس فیصلہ کو پڑھئے جو میں نے الہ آباد کا پیش کیا ہی۔ اس میں کتب مذہبی سے اقتباسات درج ہیں جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس قسم کے رسومات قانون اسلام کے خلاف ہیں اور محض رواج کی وجہ سے رائج ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اس جماعت کے قانون میں ان کے رسوم کے متعلق شک کی گنجایش نہیں ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بیان فاتحہ۔ ولسن کے اسلامی قانون میں درج ہی اس میں خیرات کا دیا جانا ضروری ہی (پڑھتا ہی) ۳۴ مد اس میں اس کا حوالہ دیا گیا ہی۔ صفحہ ۵۶۹ کی فہرست میں دیکھئے۔

جسٹس مارٹن۔ کس کتاب کی فہرست۔

مسٹر انویرارٹی۔ ولسن اسلامی قانون کی۔ یہ فہرست میں ہی (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہی کہ فہرست مصنف نے بنائی ہی۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں معلوم کتاب شایع کرنے کا کیا طریقہ ہی۔ شاید مصنف ذمہ دار ہی۔

جسٹس مارٹن۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہی۔ فہرست اکثر غیر لوگ بناتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ دیباچہ میں اس کا اعتراف ہوتا ہی۔ اس کے بعد طیب جی کا اسلامی قانون صفحہ ۴۰۸ پر اس فاتحہ میں جس میں خیرات دیجاتی ہی

اور اُس فاتحہ میں جس میں خیرات نہیں دی جاتی فرق بیان کیا گیا ہے۔ پھر ۶ بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۱۰۵۸ پر مقبرہ کی معمولی آمدنی کے متعلق فیصلہ ہے کہ نذر و نیاز ایک درگاہ میں چڑھائی جاتی تھیں اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درگاہ میں ایک صندوق رکھا تھا جس میں نذر و نیاز ڈالی جاتی تھیں اگرچہ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا تاہم اُس مقام پر غلہ تھا۔ جسٹس طیب جی کہتے ہیں (پڑھتا ہے)۔

جسٹس مارٹن۔ عنوانی نوٹ پڑھیے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ مقدمہ کی اِس منزل میں یہ مشکل آپڑی ہے کہ یہاں انگریزی لفظ سینٹ کا استعمال ہوا ہے سینٹ سے آپ کی کیا مراد ہے۔ ملّا صاحب نے سینٹ کی ایسی تعریف کی جو کوئی انگریز قبول نہ کرے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ اِس کے معنی کسی خاص جماعت کے پیشوا کے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں اِس مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ لفظ سینٹ کے کیا معنی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں عدالت کو اِسی مسئلہ پر مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ چاندہ بھائی سینٹ تھے یا نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ وہ کون سے اصول ہیں جن کی بناء پر مسٹر طیب جی نے فیصلہ کیا کہ یہ شخص سینٹ نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بلا قیل و قال اُس کو مذہبی رہنما ہونا چاہیے جس کے حین حیات ہی میں معتقدین ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ ضروری نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ہم فیصلہ کے لیے پیش کرتے ہیں جو کچھ وہ صفحہ ۱۰۶۳ پر لکھتے ہیں اُس پر وہ بحث بھی کرتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں۔ ذی علم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا اُس احترام سے اندازہ ہوتا ہے جو اُس وقت جماعت کرتی ہے صفحہ ۱۰۶۶ دیکھیے۔

مسٹر انویرارٹی۔ بلا شک وہ مذہب کے معلمین عظام کے مزارات ہوتے ہیں۔

جسٹس مارٹن صفحہ ۱۰۶۴ پر عنوانی نوٹ یہ ہے پڑھتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی معمولی آدمی کا مزار تھا۔

جسٹس مارٹن۔ کیا براہِ مہربانی صفحہ ۱۰۶۴ کو آپ پڑھیں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ پڑھتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ صفحہ ۱۰۶۶ کو دیکھیے پیراگراف ایک کو چھوڑ کر آخری کو ملاحظہ کیجیے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے) جہاں تک بدرالدین کے مزار کا تعلق ہے وہ مذہبی آدمی نہیں تھا۔

جسٹس مارٹن۔ شہادتوں سے واضح ہے کہ اُس کی بی بی نے عطیہ دیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ از روئے ۲۲ الہ آباد وہ صحیح وقف ہو سکتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ جج کو اسی امر کا فیصلہ کرنا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے ۳۳ الہ آباد پر بھی تقریر کرنا ہے۔ اِس مقدمہ میں یہ حجت پیش ہو سکتی ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ معمولی شخص تھا تاہم وقف صحیح ہو سکتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ مسٹر طیب جی نے اِس امر پر غور نہیں کیا کہ ایک آدمی اپنی موت کے بعد سینٹ ہو سکتا ہے کیا یہ قانونِ اسلام میں ممکنات سے ہے؟

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب والا کے روبرو حوالہ پیش کرتا ہوں جس میں مذکور ہے کہ معمولی آدمی کی حیثیت میں بھی وقف جائز ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ مقدمے زیادہ مفید نہیں ہیں کیونکہ ان میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ سینٹ کے کیا معنی ہیں متوفیان کے متعلق میں رومن کیتھلک مذہب کے عقیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن معمولاً ہر شخص سینٹ نہیں ہو سکتا۔ ۲۴۔ جنوری ۱۹۲۱ء

جسٹس مارٹن۔ قبل اِس کے کہ آپ بحث شروع کریں۔ کیا آپ چند اصولی معاملات میں میری مدد فرمائیں گے۔ مقدمۂ ہٰذا کی تہ میں جو خاص اختلاف فریق ثانی اور آپ کے درمیان آپڑا ہے وہ مدعا علیہ نمبر ۳ کے ناقابل محاسبہ ہونے کا سوال ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خلاف مذہب ہے۔ میرے سمجھ میں یہ بات ابھی تک نہیں آئی کہ کس وجہ سے اُس سلطنت کے ماتحت ہونا جس کے وہ ایک رعایا ہیں خلاف مذہب ہوگا۔ جہاں تک قانون فوجداری کا تعلق ہے اصولاً ملا صاحب اُس کے تحت میں آجاتے ہیں اور ان کے ساتھ بالکل ویسا ہی طریقہ برتا جائیگا جیسا دوسرے لوگوں کے ساتھ۔ قانون ٹرسٹ کو لیجیے حساب شائع

کرنے میں ٹرسٹی کی کسرِ شان نہیں ہوتی اور حساب شائع کرنا عدالتِ فوجداری کی طرح عدالت ہٰذا
کی بازپرس سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگر اس معاملہ میں کسی قسم کی کسرِ شان ہو تو ہر ایک چیز میں
کسرِ شان ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ کہئے کہ ہر شہری کی کسرِ شان ہے۔ میں اس اصول کو بخوبی نہیں سمجھتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس اصول کا دار و مدار اس پر ہے۔ از روئے مذہب ملا صاحب کا
حکم خدا کا حکم ہے۔ اس لئے ان سے محاسبہ نہیں ہو سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ عدالت فوجداری میں اُن سے بازپرسی ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
اگر ان پر فوجداری میں مقدمہ چلایا جائے تو انہیں جوابدہی کے لیے حاضر عدالت ہونا پڑے گا۔
فرض کیجیے کہ ملا صاحب کا گھوڑا تغافل شعاری کی وجہ سے کسی شخص کو گرا کر روند ڈالے۔ تو کیا
ملا صاحب کے خلاف مقدمہ نہ چلایا جائے گا۔ خواہ اُن کی جو پوزیشن ہو۔ ہرجانہ کے تو وہ یقیناً
ذمہ دار ہوں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بالکل درست ہے لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اُس سے بہتر طریقہ سے
میں اِس مسئلہ کو بیان نہیں کر سکتا۔ میں سمجھا چکا ہوں کہ اُن کے مذہب کی رو سے داعی معصوم
ہوتا ہے اور یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اُس رقم کے لئے جو اُسے سپرد کی جائے کسی عدالت
کو جوابدہ ہو۔ یہ اُن کے مذہب کا اصل اصول ہے۔ میں جناب والا سے بالکل متفق ہوں کہ ٹرسٹی
قابلِ بازپرس ہے۔

جسٹس مارٹن۔ قابل محاسبہ ہونا۔ مجھے ایک مشکل محسوس ہوتی ہے۔ اگر اُن سے محاسبہ کیا
جائے تو یہ کسرِ شان کہاں سے ہوئی۔ میری خواہش یہ ہے کہ میں کوئی ایسا امر نہ کروں جس سے

ملا صاحب کے مراتب عالیہ پر اثر پڑے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ قابل محاسبہ ہونے سے ملا صاحب کی کس طرح کسر شان ہوتی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ لیکن ان کا مذہب ہے کہ عدالت اُن سے حساب نہیں لے سکتی۔ اس کے علاوہ اُنکا یہ کہنا ہے کہ جب تک میں داعی ہوں اس جزو مذہب کو قائم رکھنے کے لئے مجبور ہوں یہ دوسری بات ہے کہ عدالت اس پر عمل کرتی ہے یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ عدالت کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

جسٹس مارٹن۔ جب اُن کے والد کو جیل خانہ بھیجنے کی کوشش ہو رہی تھی تو اُنہوں نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ یہ مذہبی گناہ ہے۔ تمہیں مجھے جیل بھجوانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کر سکتے تھے۔ لیکن جیسے ہی اُس بوہرے نے ایسا کرنا چاہا اُنہوں نے اُسے مذہب سے خارج کر دیا۔

جسٹس مارٹن۔ نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُنہوں نے اُس کے مذہب کو ناجائز قرار دیا۔

جسٹس مارٹن۔ اِس قسم کی کوئی بات نہیں کی گئی۔ بوہرے نے واقعی انہیں جیل میں بھجوانا چاہا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ اِس سلسلہ میں مَیں یہ بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ تا وفات اِس ملا کو وظیفہ ملتا رہا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بیان درست نہیں ہے۔ لیکن یہ دیکھنا کافی ہے کہ مذہب کیا ہے

جسٹس مارٹن۔ اگر داعی معصوم ہے تو دو داعیوں میں یہاں اختلاف واقع ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ایک دلیل ہے۔ لیکن اگر از روئے شہادت آپ یہ فیصلہ کریں کہ ہمارا مذہب صحیح ہے تو یہ ایک معمولی بات ہے۔ لیکن کیا کہیں ایسی شہادت موجود ہے کہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ ملّا صاحب کے مقدمہ اور مٹھ کے مقدمہ میں جو پریوی کونسل میں پیش ہوا تھا کیا امتیاز کرتے ہیں۔ ۲۲ بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۴۵۷۔

مسٹر انویرارٹی۔ سوامی ناراین کا مقدمہ۔

جسٹس مارٹن۔ وہ ہندو مقدمہ ۲۲ بمبئی لا رپورٹ جہاں مٹھ کے سردار کو واقعی ٹرسٹی قرار دیا گیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ کیا یہ سب مقدمے گواہیوں پر منحصر نہیں ہیں جو مقدمہ میں پیش ہوئی تھیں۔ فیصلہ ہمیشہ واقعات پر ہوتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہاں کیا پوزیشن ہے۔ مقدمہ ہٰذا کی طرح وہاں بھی جائداد جانشینوں پر منتقل ہوتی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس مقدمہ میں جناب کو معلوم ہوگا کہ حقیقتاً عطیہ مٹھ کے لئے نہیں تھا

جسٹس مارٹن۔ مقدمۂ ہٰذا میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ دعوت کا فنڈ ہے۔ ملّا صاحب کا ذاتی نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ملّا صاحب کو خود مختارانہ انتظام کا حق

حاصل ہے۔

جسٹس مارٹن۔ انتظام بالکل علیحدہ شئے ہے۔

مسٹر انوبیرارٹی۔ اس مقدمہ میں مجھے شک ہے کہ مٹھ کو خود مختارانہ انتظام کا حق تھا۔

جسٹس مارٹن۔ ۲۲۔ بمبئی لا رپورٹ۔ صفحہ ۴۷۵۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ کیا یہ وہی مقدمہ ہے جو میں نے جناب والا کو افتتاح مقدمہ کے وقت دیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ میرا ایسا ہی خیال ہے۔ صفحہ ۴۷۲ کے وسط میں دیکھئے (پڑھتا ہے)

مسٹر انوبیرارٹی۔ مدعا علیہم سیٹھ کے مینیجر تھے مالک نہیں تھے۔ اِس میں مہنت مدعی تھا۔ اس کا اشارہ مینیجران کی جانب ہے۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۴۷۲ دیکھئے۔

مسٹر انوبیرارٹی۔ پڑھتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۴۷۴ بھی دیکھئے۔

مسٹر انوبیرارٹی۔ (پڑھتا ہے)۔

جسٹس مارٹن۔ پھر صفحہ ۴۷۶ کا دوسرا پیرا پڑھئے۔

مسٹر انوبیرارٹی۔ (پڑھتا ہے)۔ بظاہر اس مقدمہ میں مہنت نے دعویٰ کیا تھا کہ جو روپیہ امین کے پاس ہے وہ اس کی ملک قرار دی جائے کیونکہ وہ روپیہ مٹھ کی آمدنی کا ہے۔ ججوں نے یہ فیصلہ کیا کہ از روئے رسم ورواج مٹھ۔ مدعی کو روپیہ پانے کا حق نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ نتیجہ جو اخذ کیا گیا تھا یہ تھا کہ کوئی ٹرسٹ کا وجود نہیں ہو کیونکہ جائداد جانشینوں پر منتقل ہوئی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ کیا سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہو کہ وہ جائداد مہنت کے لئے چھوڑی گئی تھی یا مورتی کے لئے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس میں کہیں مورتی کا ذکر نہیں ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہندو مقدموں میں مورتی ہی کا مقدمہ ہوتا ہو۔

جسٹس مارٹن۔ لیکن یہاں کوئی مورتی نہیں ہو بہرحال یہ مندر کے مقدمہ کے مانند نہیں ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس سے کوئی اصولی فرق نہیں ہوتا۔ ایسے مقدمات میں ہمیشہ یہ سوال ہوتا ہو کہ آیا عطیہ مورتی کے لئے ہو یا مہنت کے لئے۔ مہنت کا کہنا ہو کہ مندر کے اخراجات پورا کرنے کے بعد آمدنی کے لینے کا مَیں مستحق ہوں۔ فریق ثانی کی بحث یہ ہو کہ عطیہ مہنت کے لئے نہیں ہو بلکہ مندر کے لئے ہو۔ تمام ایسے مقدموں میں آپ دیکھیں گے کہ عطیہ جات مہنت کے لئے نہیں ہوتے بلکہ مندر کے مفاد کے لئے دئے جاتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مٹھ مندر کے مفاد کے لئے نہیں ہوتی بلکہ وہ تعلیمی انسٹی ٹیوشن کے فائدہ کے لئے ہوتی ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ مقدمۂ ہٰذا میں یہ جماعت کا مذہبی مسئلہ ہو کہ انسٹی ٹیوشنوں کے فنڈ کا خرچ کرنا ملا صاحب کی مرضی پر منحصر ہو۔ ہاں اتنی شرط ضرور ہو کہ بقول ملا صاحب وہ اپنے

ذاتی اغراض میں صرف نہیں کر سکتے۔

جسٹس مارٹن۔ مسجد کو لیجئے۔ یہ مسلمہ ہے کہ وہ خدا کا مال ہے۔ اس میں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہے کہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ پھر مقدمہ مٹھ اور مسجد میں اصولاً کیا فرق ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مسجد کو علٰحدہ ہی لیجئے۔ اصولاً وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں لیکن انکا کہنا ہے کہ میں ایسا نہ کروں گا۔

جسٹس مارٹن۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اصولاً تو وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں لیکن مذہباً کچھ نہیں کر سکتے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اصول یہ ہے کہ جو کچھ مسجد کے بارے میں وہ کریں وہ حکم خدا ہے۔ لیکن ملا صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ خدا مسجد کو کسی اور کام میں لانے کا حکم نہ دیگا اس لئے میں بھی نہیں کر سکتا۔

جسٹس مارٹن۔ ہندو مورتی کا معاملہ لیجئے۔ اصول کیا ہے۔ عطیہ تو خدا کے لئے ہوتا ہے اور پوجاری خدا کا منیجر ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ تمام ہندوؤں کے مقدمات میں اصولاً یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مورتی قانوناً املاک کی مالک ہو سکتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کہتے ہیں کہ ملا صاحب خدا کے حقیقتاً قائم مقام ہیں۔ میرے

پیش نظر مسجد ہو۔ مجھے ملا صاحب اور ہندو مندر کے پجاری کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں
معلوم ہوتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر آپ مذہب کی تہ تک پہونچیں تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ وہ کہیں
خدا کے حکم کے برابر ہو۔ اُن کا کہنا ہو کہ از روئے مذہب جو میں کرنا چاہوں وہ خدا کا حکم ہو۔

جسٹس مارٹن۔ تو آپ مجھ سے قانوناً یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ معیار یہ ہونا چاہئے کہ
ٹرسٹی کبھی ٹرسٹ کی خلاف ورزی کر ہی نہیں سکتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اس خاص مقدمہ میں بیشک ایسا ہی ہو۔ لیکن آرچ بشپ آف
کنٹربری کے معاملہ میں یہ معیار ہرگز نہیں ہوسکتا خواہ یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وہ اس روپیہ
کا بیجا صرف نہ کریں گے جو اُن کے پاس ہو۔

جسٹس مارٹن۔ میں نے ایسا معیار کبھی نہیں سُنا۔ یہ ٹرسٹی شپ (ٹرسٹی ہونے کے)
کے سارے اصول کے صریحاً خلاف ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ معمولی حالتوں میں یہ معیار نہیں ہوسکتا۔ لیکن مقدمہ ہٰذا میں جماعت
کے عقائد کا لحاظ رکھ کر آپ کو اسی معیار سے کام لینا چاہئے۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ کا کہنا بخوبی سمجھ رہا ہوں اگرچہ وہ قانونی نظر میں ٹرسٹی
ہوں تاہم اُن کے مذہبی مسائل کا لحاظ رکھتے ہوے حساب کی جانچ پڑتال کا ایسا حکم
نہیں دیا جاسکتا جو تکلیف دہ ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ دوسرے سوالات کے علاوہ یہ معیار کہ اُنھوں نے غلطی کی یا نہیں

جسٹس مارٹن- یہ میں آپ سے پوچھتا ہوں- قانون میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے- آپ کی بحث مقدمۂ ہذا میں یہ ہو کہ یہ معیار اُس آدمی پر نہیں لگایا جاسکتا جو کبھی ٹرسٹ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

مسٹر انویرارٹی- اِن کے مذہب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

جسٹس مارٹن- اگر آپ مذہب کا سوال اُٹھاتے ہیں تو میں کہوں گا کہ گویا میں قانون میں دخل اندازی کر رہا ہوں کہ وہ ٹرسٹی نہیں ہیں۔

مسٹر انویرارٹی- مجھ سے محاسبہ نہیں کیا جاسکتا- میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ معمولی ٹرسٹی کی حالت میں یہ معیار قائم نہیں کیا جاسکتا بلکہ بوجہ مرتبۂ عالیہ (مثلاً آرچ بشپ آف کنٹربری) وہ غلطی نہیں کرسکتے- اِس مقدمہ میں اُن کے مذہب کا لحاظ رکھتے ہوئے مُلّا صاحب کا حکم گویا خدا کا حکم ہو اور یہ کہ وہ خطا و غلطی سے مبرا ہیں- پس اگر یہ معیار یہاں قائم کیا جائے تو قانون کے معمولی دفعات کے خلاف نہیں ہو۔

جسٹس مارٹن- انگریزی عدالتوں میں پوپ کے مقدمات کے نسبت اِس معیار کو لیجیے۔

مسٹر انویرارٹی- مقدمہ مور بنام کنگ میں پوپ نے عدالتہائے آئرلینڈ کے تحت میں کہا تھا کہ وہ خطا و غلطی سے مبرا ہیں اور یہ کہ وہ اِس فنڈ کے ٹرسٹی ہیں۔

جسٹس مارٹن- پوپ خود مدعی تھے کہ وہ ٹرسٹی ہیں- وہ اپنے کلیسا کے عقائد کی رو سے معصوم اور غلطی و خطا سے مبرا ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ میں کسی رومن کیتھلک کو رنج دینا نہیں چاہتا۔ لیکن پوپ کی معصومیت کا انحصار انہیں کے بیان پر ہے۔ اِس کا ثبوت مذہب سے نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ اِن کے مذہب کا عقیدہ ہے۔ یہ ممکن ہے کہ غلط ہو یا صحیح۔ لیکن وہ معصوم اور پاک ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ایسا مقدمہ ہے جس میں اِنہیں کبھی فنڈ نہیں ملا ہے۔ وہ صحیح ترکہ نہیں تھا اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ انہیں ملا تھا تاہم عدالت اِن کے انتظام میں دخل اندازی کرتی۔

جسٹس مارٹن۔ اِس معاملہ میں بھی آپ کے موکل نے نگرانی اور انتظام کو ملا دیا ہے کسی آمد کا انتظام اور اُس کی نگرانی۔ اُس کو جیب میں رکھ لینے سے بالکل مختلف ہے۔ مہینوں گذرے کہ مقدمۂ ہٰذا میں یہ سوال ترک کر دیا گیا ہے۔ کوئی بھی ملا صاحب کے انتظام میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا۔ اس وقت مرضی کا سوال نہیں ہے۔ ان کے انتظامات میں مداخلت نہیں کی جا رہی ہے۔ لیکن ٹرسٹی اصل شئے کے حساب سمجھانے کا ذمہ دار ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں بالکل متفق ہوں۔ یہ میری دلیل ہے۔ جیسا میں بیان کر چکا ہوں اِس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ جناب والا میری دلیل سمجھ گئے ہوں گے۔

جسٹس مارٹن۔ میں سمجھتا ہوں۔ لیکن میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ پوپ اور ملا صاحب میں حدِ فاصل کیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ پوپ اور میرے موکّل میں یہ فرق ہے کہ پوپ کو لوگوں نے مقرر کیا ہے اور

ہمارے (موکل کی) تقرری خود اُن کے ہاتھ میں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کے (موکل) کو اُن کے پیشرو نے مقرر کیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا تقرر خود خدا کی جانب سے ہوا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ بات شہادت کے طور پر پیش نہیں ہوئی۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں جناب والا کو قرآن شریف کی طرف متوجہ کرتا ہوں

جسٹس مارٹن۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ ملا صاحب نے یہ کہا تھا کہ اُن کی تقرری خدا کی جانب سے ہوئی ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے یاد نہیں کہ اُنھوں نے یہ لفظ کہا تھا لیکن مَیں تشریح کرنا چاہتا ہوں جناب والا کو یہ دیکھنا چاہئے کہ مذہب اسلام کیا ہے اور بوہرے اِسے کِس طرح سمجھتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ شہادت میں پیش نہیں ہوا۔

مسٹر انویرارٹی۔ آپ قرآن شریف دیکھ سکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ قرآن شریف کے یہ معنی آپ کے نکتۂ خیال سے ہیں۔ تاہم ہمارے پاس وہ آیتیں موجود ہیں جن پر ملا صاحب حصر کرتے ہیں۔ اِن پر ان سے جرح نہیں ہوئی۔

مسٹر انویرارٹی۔ مَیں آپ کے خیالات کو قرآن شریف کی آیات کی جانب دو مسئلوں کے متعلق منعطف کرانا چاہتا ہوں اوّل نذر و نیاز کے روپیہ کا کیا ہوتا ہے۔ دوم داعی کے حکم اور ارشادات کی کیا نوعیت ہے۔ ہماری پیش کردہ آیات سے ثابت ہے کہ داعی کا حکم خدا کا حکم ہے اور ان سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ روپیہ امام یا داعی کے

ہاتھ میں جاتا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ مقدمۂ ہذا میں بحث کے لئے ایک خاص حد ہے۔ میں اس بحث میں ایک نئی بحث نہیں پیدا کرنا چاہتا۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم اپنی شہادتوں کو لیتے ہیں صفحہ ۱۱۷ کو ملاحظہ فرمایئے۔ اگر جناب والا اِس اندراج کو ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ سر جمشید جی۔ جی جی بھائی کی شادی کے موقعہ پر تحفہ دیا گیا تھا۔ یہ تحفہ کپڑا اور شال کی صورت میں تھا۔ وہاں لکھا ہے کہ یہ دعوت کے مفاد کے لئے ہے۔ سر جمشید جی۔ جی جی بھائی نے بھی کچھ چیزیں ہدیتہً بھیجیں اور وہ کتاب میں درج ہیں۔ یعنی ملّا صاحب نے شال اور کپڑوں میں پانچسو روپیہ صرف کئے۔ اِس کے ہدیہ میں تین سو روپیہ کا سامان تحفہ کی صورت میں ملا۔ اور دوسو روپیہ دعوت کے نام لکھے گئے۔

جسٹس مارٹن۔ ملّا صاحب کے مراتب عالیہ کو دیکھتے ہوئے یہ کیوں نہیں کہتے کہ پیشواء مثل بادشاہ کے ہے جہاں گدی بھی موجود ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ عموماً وہ اپنے جیب خاص سے روپیہ نکالیں گے۔

جسٹس مارٹن۔ لازمی نہیں ہے۔ آپ کی بادشاہت کے انتظام کے اخراجات میں خطِ فاصل کیا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اصل یہ ہے کہ جناب والا اِسے خیراتی کہتے ہیں اور ہم کہتے ہیں یہ نہیں ہے صفحہ ۱۲۷ دیکھیے (پڑھتا ہے) اِس میں ایسی کوئی رقم نہیں ہے جو ملّا صاحب کا ذاتی خرچ ہو

جسٹس مارٹن۔ پہلے کا جملہ پڑھئے۔ اس میں ہر ایک چیز آجاتی ہے۔

مسٹر انویرارٹی (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ اس کے پہلے کے دو جملے پڑھئے۔ یہاں سے شروع کیجئے۔ کاغذ وجہ ثبوت

۱۸۵ کے طور پر۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ اب وسط صفحہ کو لیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے) اِس سوال کے کیا معنی ہیں۔ کیا اس میں کل اخراجات

شامل ہیں۔ ہماری عرض ہے کہ کاغذ وجہ ثبوت میں صرف مسجد شامل نہیں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آگے پڑھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے) میری عرض ہے کہ یہ کہنا بالکل غیر ممکن تھا کہ دعوت

کے ممکن الوقوع اخراجات سب یہی ہیں۔ جناب والا کو معلوم ہو کہ اِن سے اس فہرست

کے متعلق سوال کئے گئے تھے جو انہوں نے تیار کی تھی اور جس کو انہوں نے جانچی ہوئی کتابوں

سے مرتب کیا تھا۔ اس میں ان تمام سال کے اخراجات کی نوعیت دی ہوئی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۱۶۰ کو دیکھئے۔ یعنی کاغذ وجہ ثبوت ۲۱۳ کے بعد (پڑھتا ہے)

میں خیال کرتا ہوں کہ کاغذ وجہ ثبوت ۱۸۵ اس تجربہ کی بناء پر مرتب کیا گیا تھا جو انہیں

دعوت کے ان تمام سال کے اخراجات کے متعلق تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ دعوت کے صرف یہی اخراجات ہیں۔ ان سے یہ

سوال کیا ہی نہیں گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی حسابات ہیں جو میں ان کتابوں میں پاتا ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کامل حساب ہے لیکن فی الواقع وہ کامل نہیں ہے۔ اس میں نہ مرمت مسجد داخل ہے اور نہ مہتار (منشی) کی تنخواہ درج ہے حالانکہ بلاچون وچرا یہ دعوت کے اخراجات ہیں۔ اس میں دربار اور گورمنٹ کے افسروں کے مصارف بھی نہیں لکھے گئے ہیں۔ اس میں ملا صاحب کے وہ اخراجات بھی شامل ہیں جو کسی شہزادہ کی دعوت میں صرف کرتے ہیں جبکہ ملا صاحب کسی ریاست میں تشریف لیجاتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ آپ گواہ نہیں ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ مجھ سے بتلایا گیا ہے کہ انتخاب میں اس کو تیار کیا تھا اسی انتخاب سے ایڈوکیٹ جنرل نے نمبر ۱ اتیار کیا ہے۔ میں بہلف گواہی دینے نہیں آیا ہوں لیکن میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سوال کے معنی یہ تھے کہ دعوت کے تمام ممکن اخراجات آجانا چاہئے۔ یہ سوال اُن سے کبھی نہیں کیا گیا۔ یہ صرف اُس وقت پوچھا گیا تھا جب اُن سے کاغذ وجہ ثبوت نمبر ۱۸۵ کے متعلق خاص طور سے جرح ہوئی تھی۔

جسٹس مارٹن۔ پھر آپ کے موافق کاغذ وجہ ثبوت ۱۸۵ کے کیا معنی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ کاغذ وجہ ثبوت ۱۸۵ کے معنی صرف یہ ہیں کہ انہوں نے دعوت کے اُن تمام اخراجات کو تبلانا چاہا تھا جو اُن خاص خاص کتابوں میں موجود تھے۔

جسٹس مارٹن۔ ملا صاحب نے خود تبلایا ہے کہ اخراجاتِ دعوت کیا ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ملا صاحب کی گواہی یہ ہے کہ میں جس طرح چاہتا ہوں دعوت کے لئے

صرف کرتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ نہایت مشکل ہے۔ دعوت کے جو جو مخصوص اغراض اُن کے ذہن میں آسکتے تھے وہ اُنہوں نے اپنی گواہی میں بتلا دئے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ جس وقت اُن کی گواہی ہوئی صرف ایک ہی وہ بتلا سکے۔

جسٹس مارٹن۔ یا قبل اِس کے کہ اُن کی گواہی ختم ہو۔ میرا خیال ہے کہ یہ اکتوبر میں سوال کیا گیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ ایسے مصارف کا بھی ذکر کرتے ہیں جو کاغذ وجہ ثبوت ۱۸۵ میں نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعوت سے گورنمنٹ کو بوقت جنگ روپیہ بلا سود دیا جاسکتا ہے یہ سوال کہ آیا دعوت خیراتی فنڈ ہے یا نہیں مقدمۂ ہٰذا میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔

جسٹس مارٹن۔ اچھا سلسلہ وار لیجئے۔ آپ اِس امر پر حصر کرنا چاہتے ہیں جو اُنہوں نے اپنی گواہی میں بیان کیا تھا "یہ فنڈ کسی بھی مطلب میں صرف کیا جاسکتا ہے جیسے داعی مناسب خیال کرے۔" صفحہ ۱۸۰ کے نیچے کے حصہ کو پڑھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ میں نے اِسی صفحہ کا حوالہ دیا ہے

جسٹس مارٹن۔ وہ کہتے ہیں کہ جو روپیہ میں غلہ سے پاتا ہوں اور امام کے لئے نذر و نیاز جس کا میں حوالہ دے چکا ہوں دعوت فنڈ کے جزو ہیں اور دعوت فنڈ ہی میں صرف ہوتے ہیں۔ آگے وہ کہتے ہیں کہ "المختصر میں کہتا ہوں وہ فنڈ کسی غرض میں صرف ہو سکتا ہے" اِس کے معنی میں یہ لیتا ہوں کہ دعوت کے اغراض و مقاصد میں۔

مسٹر انویرارٹی۔ بیشک وہ کہتے ہیں کہ دعوت کے اغراض کا طے کرنا میرے ہی اختیار میں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ وہ اپنے جیب میں نہیں رکھ سکتے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُنہوں نے ایسا ہی کہا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اغراض دعوت کی یہاں حد ہو گئی۔

مسٹر انویرارٹی۔ دعوت کے اغراض کیا ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اُنہوں نے پیشتر ہی کہا ہے کہ " اور اغراض دعوت میں صرف ہوتے ہیں"

مسٹر انویرارٹی۔ دعوت کے اغراض میں مفاد عامہ بھی شامل ہیں جو خیراتی نہیں ہیں۔ مقدمہ میں یہ سوال نہیں ہے کہ کیا دعوت کا فنڈ خیراتی ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کے مؤکل نے خود یہ پیش کیا ہے۔ کیا آپ وہ مقام بتلائیں گے جہاں یہ سوال پہلے پہل اُٹھا تھا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ میں جناب والا کو حوالہ دے سکتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہے کہ یہ اُس وقت ہوا تھا جب ملا صاحب کا بیان دوبارہ لیا جا رہا تھا۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ اوّل اوّل اِس کا ذکر غیر ممالک کے ایک غلہ کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ کہا گیا کہ وہ دعوت فنڈ کا جز ہے۔ اِس کے بعد ملا صاحب کی جرح میں یہ بات بڑھتی گئی۔ شیخ فیض اللہ بھائی کی جرح صفحہ ۔ پھر صفحہ ۳۰۱۷ ملا صاحب کی گواہی۔ نہ تو جواب

میں اِس کے متعلق کچھ ہی اور نہ تنقیحات میں کچھ ذکر ہی۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۔۔ کو دیکھئے۔ آپ نے شیخ فیض اللہ بھائی سے جرح کی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ مدعی کا گواہ ہی۔

جسٹس مارٹن۔ ہاں مگر جرح تو آپ نے کی تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس کا جواب ملا صاحب نے صفحہ ۲۷۱ پر دیا ہی کہ غلہ دعوت فنڈ کا جزو ہی۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ داخل خزانہ ہوتا ہی کیا شیخ فیض اللہ بھائی کی گواہی صفحہ ۔۔ پر ملاحظہ کریں گے۔

مسٹر انویرارٹی۔ کیا نذر و نیاز دعوت فنڈ کا جزو ہی" جواب "نہیں"۔

جسٹس مارٹن۔ آگے پڑھئے۔

مسٹر انویرارٹی (پڑھتا ہی)۔

جسٹس مارٹن۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گذشتہ چالیس سال سے معمولی طور سے زر رقعہ سرکاری خزانہ میں داخل کیا گیا ہو۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے گلبیا کوٹ کے بارے میں یقین نہیں ہی۔ لیکن دوسرے غلوں سے وصولی نہیں ہوئی کیونکہ توفیر ہوتی ہی نہیں تھی۔

جسٹس مارٹن۔ اُس وقت سے بہی کھاتہ کا حساب بالکل نہیں ہی

مسٹر انویرارٹی۔ گواہی صفحہ ۱۷۳ (پڑھتا ہی)

جسٹس مارٹن۔ پھر صفحہ ۱۷۹ دیکھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ یہ آپ کے موکل کے جوابات ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارے موکل کے جوابات یہ ہیں کہ غلہ فنڈ دعوت فنڈ کا جز ہے۔

جسٹس مارٹن۔ بعد میں انہوں نے یہ کہا کہ دعوت فنڈ میں خیراتی اور غیر خیراتی مقاصد سب شامل ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اس امر پر بھی اعتراض ہوا ہو کہ دعوت فنڈ میں ایسے اغراض بھی شامل ہیں جو خیراتی نہیں ہیں۔ یہ خیراتی اور غیر خیراتی دونوں سے مرکب ہے

جسٹس مارٹن۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ یہ بیان نہایت حیرت انگیز ہے جو آپ کے موکل نے بعد میں پیش کیا۔ شروع میں اس کا ذکر نہیں تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں مانتا ہوں کہ ایڈوکیٹ جنرل نے یہ بتلانے کے لئے جرح کی تھی کہ یہ خیراتی مدیں نہیں ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ یہ آپ اب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے موکل کو غلط راستہ پر چلایا گیا۔ ایڈوکیٹ جنرل نے تسلیم کیا تھا کہ دعوت کے بعض اغراض خیراتی نہیں ہیں۔ اس کو کسی نے تسلیم نہیں کیا۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ان اغراض کو تسلیم کیا تھا۔ ہاں میں اس گواہی کے معنی نہیں سمجھا جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دعوت میں چند ایسے معاملات بھی

شامل ہیں جو خیراتی نہیں ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اگر درحقیقت خیراتی نہیں ہیں تو جرح کرتے وقت کاغذ وجہ ثبوت نمبرہ ۱۰۵ کے بارے میں آپ کی کیا غرض تھی۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہمارے پاس دو سے زیادہ واقعات موجود ہیں۔

ایڈوکیٹ جنرل۔ میں نے صفحہ ۲۷۶ سے صفحہ ۲۸۰ تک یہ تبلانے کے لئے ملا صاحب سے جرح کی تھی کہ دعوت کے اغراض کیا ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ جن واقعات کی بنا پر یہ سوالات کئے گئے تھے وہ موجود ہیں۔ آپ صفحہ ۴۸۰ کو دیکھئے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس کے کیا معنی ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ زرِ غلّہ دعوت میں صرف ہوا۔

جسٹس مارٹن۔ حجاج کو کھانا کھلانے کا صَرفہ۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہم یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ سب اغراضِ دعوت ہیں جو صرف مسجد یا انتظام مقبرہ ہی تک محدود نہیں۔

جسٹس مارٹن۔ ازروئے شہادت یہ غلّہ کے معمولی مصارف ہیں۔ ۵۰ سے ۵۰۰ آدمی روزانہ آتے ہیں اور حجاج کو کھانا کھلانا ایک ضروری امر ہوگیا ہی۔ زیارت گاہ ایسی جگہ نہیں بن سکتی جہاں لوگ نہ پہنچ سکیں۔ آپ کے یہاں نہایت نفیس جگہ ہی اس لئے بہت لوگ وہاں جاتے ہیں۔ ایک ہی مقام میں انہیں ہواخوری اور ضیافت کے جلسے بھی ملتے ہیں

ایڈوکیٹ جنرل۔ یہ دعوت عنوج میں ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں دعوت کے اغراض کی مثالیں پیش کرونگا۔ جناب والا فرماتے ہیں کہ یا اخراجات غلہ کے مقاصد میں داخل ہیں اگر ایسا بھی ہو تب بھی یہ خرچہ مقاصد دعوت سے ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کے جوابات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جہاں تبلایا گیا ہو کہ چونکہ غلہ جز دعوت ہے اس لئے اُس میں خیراتی اور غیر خیراتی دونوں مقاصد شامل ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ آپ اس کو عذرات کے اندر کھلے الفاظ میں مذکور پائیں گے۔

جسٹس مارٹن۔ اِس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نہیں خیال کرتا کہ دعوت کا ذکر ہمارے تحریری بیان میں آیا ہے۔

جسٹس مارٹن۔ یہ نہایت حیرت انگیز ہے کہ اِس کا ذکر آپ کے بیان تحریری میں نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ جن عبارات پر ہمارا انحصار ہے کہ منت کا روپیہ امام کو ملنا چاہیے وہ کاغذ وجہ ثبوت ۱۴ صفحہ ۳۸ ہے۔

جسٹس مارٹن۔ اور کون کون سے کاغذات وجہ ثبوت کا آپ حوالہ دینا چاہتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ کہ منت کا روپیہ اسی فنڈ میں جاتا ہے کاغذ وجہ ثبوت ۱۴ صفحہ ۳۸ ملاحظہ ہو۔ ہمارا کہنا ہے کہ زرِ منت جز دعوت ہے۔ ہمارا کہنا ہے کہ منت کا روپیہ اِسی درجہ میں آتا ہے جس میں صدقہ اور خمس ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اِس میں ایسا مذکور نہیں ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں اس میں صریح طور سے ایسا مذکور نہیں ہے لیکن آپ وہ حصہ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ ابھی اسی درجہ میں ہے

جسٹس مارٹن۔ سلام ذاتی ملکیت ہے بس مذہبی کتابوں میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ زرِ دعوت ہے کیا معنی رکھتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ زکوٰۃ دعوت میں شامل ہوتی ہے۔ دوسرے روپے بھی دعوت میں جاتے ہیں اس لئے ہمارا کہنا ہے کہ منت کا روپیہ بھی اسی حیثیت میں ہے۔

جسٹس مارٹن۔ آپ کا کہنا ہے کہ مذہبی محاصل کو عدالت قانونی سے ڈگری لے کر وصول کرسکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ اگر وہ ہمارے مذہب سے متفق ہوں تب۔

جسٹس مارٹن۔ کیا آپ قانونی عدالت میں کامیابی سے مقدمہ چلا سکتے ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ میرا خیال ہے کہ ملا صاحب نہ عدالت قانونی سے وصول کرسکتے ہیں اور نہ وہ منت کے روپیہ کے لئے مقدمہ دایر کرسکتے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ مجھے خیال پڑتا ہے کہ کسی وقت آغاخاں نے محاصل کی ادائیگی کا مقدمہ دایر کیا تھا۔ اس میں جب یہ اعتراض ہوا کہ انہیں ازروئے قانون محاصل وصول کرنے کا حق نہیں ہے تو انہوں نے مقدمہ واپس لیا اور جج نے اسی پر رائے زنی کی۔

مسٹر انویرارٹی۔ اُس فیصلہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہاں مجھے یاد نہیں ہے کہ آغاخاں نے کیسا مقدمہ دایر کیا تھا۔ آیا وہ وصولی زکوٰۃ کے لئے تھا۔ زکوٰۃ کا حکم قرآن میں موجود ہے۔

جسٹس مارٹن۔ بہتر ہوتا اُس مقدمہ کو لاتے وہ ۱۲ ایمبلیٹی لا رپورٹ ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ اِس مقدمہ میں آغا خاں نے اُس مقدمہ کو مسترد کر دیا تھا جس کو اُنکے گماشتہ نے دایر کیا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ کیا کسی آدمی نے مذہبی محاصل کی وصولی کے لئے مقدمہ چلایا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ نہیں۔ جیسا میں پیشتر کہہ چکا ہوں ایسا خیال نہیں کیا جاتا کہ مقدمہ چلایا جائے گا۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۲۴۸۔ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد اپیل دایر کی گئی اور آغا خاں نے انکار کیا کہ وہ اُن کے حکم سے دایر ہوا تھا لیکن گماشتہ کو اختیارات آغا خاں سے حاصل ہوئے تھے۔ آپ دوسرا پیراگراف پڑھئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ میں نے وہ عبارت پڑھی ہے۔ انہیں صلاح دی گئی تھی کہ وہ مقدمہ قایم نہیں رکھہ سکتے۔ صفحہ ۴۶۔ بیت المال خاص خزانہ ہے۔ یہ حکم کہ جس روپیہ کا اوپر بیان ہوا معہ عمل کے مرکزی خزانہ میں داخل ہونا چاہیے۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہے کہ یہ سنیوں کی کتاب ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ صفحہ ۵۲ پر مذکور ہے کہ منت کے روپیہ کا کیا مصرف ہوا (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ اِس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ ایک واقعہ ہے جہاں منت کا روپیہ یمن سے آنے والے ایک آدمی کو سیدنا شیخ آدم کو دینے کے لئے دیا گیا تھا جس وقت وہ یہاں پہونچا سیدنا شیخ آدم کا

کا انتقال ہو چکا تھا۔ اُس شخص نے داعی وقت سے پوچھا کہ وہ روپیہ کیا کرے۔ اُنہوں نے حکم دیا کہ سیدنا شیخ آدم کے ورثاء کو دے دو۔ لیکن ورثاء سیدنا شیخ آدم نے روپیہ لینے سے انکار کیا اور کہا کہ داعی کو دے دو۔ اُس وقت اُس نے داعی کو ادا کر دیا۔ اور کہا کہ اگر داعی اُن کے ورثاء کو دینا چاہتے ہیں تو یہ اُنکا کام ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ منت کا روپیہ داعی جس طرح چاہے صرف کر سکتا ہے۔ صفحہ ۵۵ پر خاص مسئلہ مذکور ہے جس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۵۲ کا قصہ پیچیدہ اور پریشان کن ہے (پڑھتا ہے)

مسٹر انویرارٹی۔ سیدنا شیخ آدم داعی تھے لیکن اُس شخص کے پہونچنے کے پیشتر اُنکا انتقال ہو گیا۔ پس اُس آدمی نے وہ روپیہ داعی وقت کو دینا چاہا۔ داعی نے حکم دیا کہ سیدنا شیخ آدم کے ورثاء کو دے دو۔

جسٹس مارٹن۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روپیہ داعی کے جانشین کو ملتا ہے نہ کہ اُس کے ورثاء کو۔

مسٹر انویرارٹی۔ وہ دعوت کے مالک کی حیثیت سے بیان کئے گئے ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منت کا روپیہ داعی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ اُن کے جانشین کو منتقل ہوتا ہے۔

مسٹر انویرارٹی۔ منت کا روپیہ۔ اُن کے جانشینوں کو منتقل ہوتا ہے نہ کہ اُن کے ورثاء کو

جسٹس مارٹن۔ بالکل صحیح ہے۔ وہ اُن کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔

مسٹرانویرارٹی۔ داعی نے متوفی داعی کے وارثوں کو دینے کا حکم دیا۔ اس سے خرچ کرنے میں مرضی کا پتہ چلتا ہے متوفی کے ورثاء نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ داعی کے پاس لے جاؤ اُس شخص نے اُس وقت کہا کہ آپ مالک ہیں اور اس رقم کو سیدنا شیخ آدم کی اولاد میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اِس کے بعد متوفی کے ورثاء کہتے ہیں کہ اگر آپ (داعی) چاہیں تو ہم لے سکتے ہیں لیکن اُس آدمی کے ہاتھ سے نہیں لے سکتے۔ صفحہ ۵۵ سے واضح ہے کہ منت داعی کے نام سے بھی مانی جا سکتی ہے (پڑھتا ہے) پس ہماری عرض ہے کہ منت کا روپیہ دعوت میں داخل ہوتا ہے اور اُس کا جز ہے۔ اِس کے بعد داعی کی فرماں برداری ہے

جسٹس مارٹن۔ یہ ایسے معاملات ہیں جہاں منت خود داعی سے مانگی گئی تھی۔

مسٹرانویرارٹی۔ آخری صفحہ ۵۵

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۵۲ لیجئے۔ اگر ہماری مرادیں بر آئیں گی تو سیدنا کو اتنا نذر کریں گے اِسی طرح دوسرے عہدہ داروں کا معاملہ ہے۔

مسٹرانویرارٹی۔ مجھے معلوم ہے کہ اور عہدہ دار بھی ہیں۔

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۵۲ پڑھئے ”اور میں اپنے ہمراہ لے جا رہا تھا“

مسٹرانویرارٹی۔ جناب اِس کے یہ معنی لے رہے ہیں کہ یہ کسی خاص داعی کے لئے منت تھی۔

جسٹس مارٹن۔ روپیہ مختلف عہدہ داروں کو ملیگا۔ میرا خیال تھا کہ آپ یہ بحث

کریں گے کہ اُن کی منشاء کسی شخصیت کو دینا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ سیدنا شیخ آدم کے وارثوں کو دینا تھا۔

جسٹس مارٹن۔ اِس میں ہے کہ یہ منت عہدہ داروں کو اُن کی ذاتی حیثیت سے دینا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ اب داعی کے حکم کی فرمانبرداری کے متعلق لیجئے۔ کاغذ وجہ ثبوت ۱۴۱

جسٹس مارٹن۔ صفحہ ۶۲ کا آخری پیراگراف لیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہی عبارت ہے جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اِس قسم کی بہت سی عبارتیں ہیں صفحہ ۶۲ کی آخری ہے۔

جسٹس مارٹن۔ کیا یہ سب سے بہتر نہیں ہے جو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں

مسٹر انویرارٹی۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اور بہت سی عبارتیں ہیں جو اِس کی تائید کرتی ہیں

جسٹس مارٹن۔ جو داعی کا مطیع ہے حقیقت میں وہ امام کی اطاعت کرتا ہے اور جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی فرمانبرداری کرتا ہے میں نہیں خیال کرتا کہ آپ کو اِس سے بہتر کوئی عبارت مِل سکیگی۔

مسٹر انویرارٹی۔ یہ بہت اچھی عبارت نہیں ہے۔ اور عبارتیں ہیں جو اِس کی تائید کرتی ہیں

جسٹس مارٹن۔ فرمانبرداری کے متعلق میثاق کو لیجئے۔

مسٹر انویرارٹی۔ ہاں میں نے دیکھا ہے کہ سارا کام کے متعلق ایک نظیری مقدمہ ہے یعنی ۲۲ بمبئی صفحہ ۷۷۸، عنوانی نوٹ یہ ہے (پڑھتا ہے)

جسٹس مارٹن۔ یہ مقدمہ کس نے فیصل کیا تھا۔

مسٹر انویرارٹی۔ عدالت اپیل جسٹس پارسن اور جسٹس راناڈے نے۔

جسٹس مارٹن۔ میں نہیں خیال کرتا کہ مقدمۂ ہذا میں وہ کچھ کارآمد ہو۔ جسٹس پارسن نے کیا کہا ہو (پڑھتا ہو) جسٹس راناڈے نے صفحہ ۷۷ پر لکھا ہو (پڑھتا ہو) پھر صفحہ ۸۷ کے اوپر دیکھیے (پڑھتا ہو)

مسٹر انویرارٹی۔ میں ایک بات چاہتا ہوں کہ جناب والا اُسے نوٹ کرلیں۔ کسی دن میں نے مسجد کے متعلق چند باتیں تسلیم کرلی ہیں۔ جناب یہ خیال رکھیں کہ یہ اقرار محض اس مقدمہ کی غرض سے کیا گیا ہو۔ دوسری مسجدوں کی حالت جداگانہ ہو۔

جسٹس مارٹن۔ میں اسے جانتا ہوں

مسٹر انویرارٹی۔ آپ دوسری مسجدوں کو نہیں جانتے۔

جسٹس مارٹن۔ میرا خیال ہو کہ آپ کے الفاظ صریح ہیں۔

مسٹر انویرارٹی۔ مجھے امید ہو کہ میں نے جناب کو زیادہ تکلیف نہ دی ہوگی۔

جسٹس مارٹن۔ میں آپ کی بحث سے بہت خوش ہوں۔

تمام شد

اشتہار
جبلپور کے بنے ہوئے پختہ چینی کے ہر ناپ کے نل۔ بینڈ۔ ایلبو
سرفیس ڈرین۔ فائر برک۔ فائر کلے۔ کھپرے وغیرہ وغیرہ بہت بڑی
تعداد میں ہمارے یہاں بغرض فروخت ہر وقت موجود رہتے ہیں
اور تاجروں کو بہ کفایت تاجرانہ نرخ سے روانہ کئے جاتے ہیں ہم سے
نرخنامہ طلب کر کے پہلے آپ اطمینان کر لیجئے پھر فرمائش بھیجکر ممنون فرمائیے
بینڈ
ٹی جنکشن
ایلبو
پائپ
لمبائی دو فٹ
ادھا۔ سرفیس ڈرین
لمبائی دو فٹ
المشتہر
اے۔ آر۔ محمد علی اینڈ سنز، کوتوالی بازار جبلپور